رسول اللہ صلعم کے حالات و غزوات، اخلاق و عادات اور تعلیم و ارشاد کا یہ عظیم الشان کتابی ذخیرہ جسکا نام سیرۃ النبی عام طور سے مشہور ہے، مسلمانوں کے موجودہ ضروریات کو سامنے رکھکر صحت و اہتمام کیساتھ مرتب کیا گیا ہے، ابتک اس کتاب کے پنج حصے شائع ہوچکے ہیں پہلے میں ولادت سے لیکر فتح مکہ تک کے حالات اور غزوات ہیں اور ابتدا میں ایک نہایت مفصل مقدمہ لکھا گیا ہے جسمیں فن سیرت کی تنقید و تاریخ ہے، دوسرے حصہ میں تکمیل دین تا قیام حکومتِ الٰہی، وفات، اخلاق و عادات، اعمال و عبادات اور اہلبیت کرام کے سوانح کا مفصل بیان ہے، تیسرے حصہ میں آپکے معجزات و خصائص نبوت پر بحث ہے، اسمیں سب سے پہلے عقلی حیثیت سے معجزات پر متعدد اصولی بحثیں کیگئی ہیں، پھر ان معجزات کی تفصیل ہے، جو بروایات صحیحہ ثابت ہیں، اسکے بعد ان معجزات کے متعلق غلط روایات کی تنقید و تفصیل کیگئی ہے، چوتھے حصہ میں ان اسلامی عقائد کی تشریح ہے جو آپکے ذریعہ مسلمانوں کو تعلیم کئے گئے ہیں، کوشش کیگئی ہے کہ اسمیں قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے اسلام کے عقائد لکھے جائیں، پانچویں حصہ میں عبادت کی حقیقت، عبادات کی تفصیل و تشریح اور ان کے مصالح و حکم کا بیان ہے، اور دوسرے مذاہب کے عبادات سے ان کا مقابلہ و موازنہ ہے،

چھٹا حصہ جو اخلاق پر مشتمل ہے اس وقت زیر طبع ہے،

قیمت باختلاف کاغذ حصہ اول تقطیع خورد للعہ، حصہ دوم تقطیع کلاں سے، تقطیع خورد ص، ۸، حصہ سوم تقطیع کلاں سے، ر للعہ، تقطیع خورد معہ روصہ، حصہ چہارم تقطیع کلاں ہے رو سے، تقطیع خورد معہ وصہ، حصہ پنجم تقطیع کلاں صہ وللعہ،

(منیجر دار المصنفین اعظم گڈہ)

جلد ۴۰	ماہ شوال المکرم ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء	عدد ۶

مضامین

شذرات

اس دفعہ مدراس یونیورسٹی کے شعبۂ تحقیقات علمیہ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، ایک وسیع اور بلند دومنزلہ عمارت کے اوپر نیچے کے مختلف کمرون مین مختلف زبانون، اور مختلف فنون کے طالب تحقیق اپنے کامون مین مصروف تھے، ان مین ایک شعبہ اسلامی علوم وفنون کی تحقیقات کا بھی تھا، اس مین تین صاحب کام کرتے ہین، مولوی محمد حسین صاحب محوی اُردو مین، مولوی محمد یوسف صاحب ایم اے فارسی مین اور مینیار صاحب عربی مین، ان لوگون کا درجہ لکچرر، ریڈر، اور پروفیسر کا حسب مرتبہ ہوتا ہے، اس صیغہ کے انچارج مینیار صاحب ہین جو بالفعل کسی ڈگری کے حصول کے لئے انگلستان گئے ہوئے ہین، اور اُن کی غیر موجودگی مین ایک ہندو فاضل اس کی نگرانی کرتے ہین،

اسلامی شعبہ مین جو کچھ کام ہو رہا ہے وہ مجھے دکھایا گیا، مولانا محوی عربی وفارسی کے خوش مذاق عالم، اور اردو کے اچھے شاعر ہین، انھون نے چھ سات برس کے اندر کئی کتابون کا ترجمہ اور تصحیح کی ہے، اور مقدمے اور تبصرے لکھے ہین، اخیر زمانہ مین اظفری تخلص کا ایک تیموری شہزادہ تھا جو دلی کے لال قلعہ سے بھاگ کر لکھنؤ، پٹنہ، بنگال، اڑیسہ ہو کر مدراس چلا گیا تھا اور وہین رہ گیا تھا، اُس نے اپنے سفر کے حالات ایک کتاب مین لکھے تھے، جس کا نام واقعات اظفری ہے، محوی صاحب نے اس کا ملخص ترجمہ کیا ہے، یہ ترجمہ چھپ چکا ہے، اسکے علاوہ دلی کے ایک شاعر میر محمدی بیدار کا دیوان مقدمہ اور تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے، بیدار کا یہ دیوان سنہ ۱۹۳۵ء مین چھپ کر شائع ہو چکا تھا، اب کیا عجیب بات ہے کہ اسکے دو برس بعد سنہ ۱۹۳۷ء مین ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد نے اسی دیوان کے کسی دوسرے قلمی نسخہ کو غیر مطبوعہ سمجھکر جناب

جلیل احمد صاحب قدوائی کے مقدمہ اور تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے، اگر ہمارے علمی ادارون مین آپس مین علمی روابط ہون تو اس قسم کی محنت اور سرمایہ کی بربادی سے ہم محفوظ رہین،

مولوی محمد یوسف صاحب ایک نہایت مفید کام کر رہے ہین، عصامی نام ایک شاعر نے سنہ ۷۵۰ھ مین فتوح السلاطین کے نام سے ہندوستان کی اسلامی تاریخ نظم مین لکھ کر سلطان علاء الدین بہمنی کے دربار مین پیش کی تھی، موصوف نے اس کتاب کے قلمی نسخے بہم پہنچا کر اس کی تصحیح سے فراغت پائی ہے، اور پریس مین جانے کیلئے تیار ہے، مگر جہانتک ہم کو اندازہ ہوتا ہے اس شعبہ کے اعلیٰ ذمہ دار یا تو آمدنی کی کمی کے سبب سے یا کسی اور وجہ سے اپنی کتابون کی اشاعت مین پورا حوصلہ نہین دکھا رہے ہین، چند اور تصحیح کئے ہوئے مسودے بھی اشاعت کے منتظر دفتری الماریون مین محفوظ پڑے ہین،

انگریزی اسکولون مین عربی تعلیم کی اصلاح و ترقی کے لئے الہ آباد کے چند بزرگون نے ایک انجمن عربی صوبہ متحدہ کی بنیاد ڈالی ہے، اس کے لائق ناظم مولوی خلیل الرحمن صاحب (مترجم اخبار اندلس) ہین، ناظم صاحب نے اپنی محنت و کوشش سے جو اعداد و شمار بہم پہنچائے ہین، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ متحدہ کے سررشتہ اسکولون مین سے انیس اسکولون مین جو زیادہ تر اسلامیہ اسکول ہین، عربی کی تعلیم دی جاتی ہے، اور سنہ ۱۹۳۶ء مین چار درجون کے عربی پڑھنے والے لڑکون کی تعداد صرف دو سو انتیس ہے، میٹرک کے امتحان مین کل ۱۰۰، اور انٹرمیڈیٹ مین ۹ لڑکے عربی لے کر بیٹھے، تعداد کی کمی بے حد افسوسناک ہے، اور مسلمان والدین کی توجہ کے لائق ہے، ضرورت ہے کہ عربی لینے والے طالب علمون کے وظیفہ کا انتظام کیا جائے، اور اسکولون کے عربی کورس اور طریقۂ تعلیم کی اصلاح کی طرف توجہ کیجائے، انجمن مذکور نے اپنی روداد مین جو سفارشین کی ہین، وہ بہت حد تک صحیح ہین اور مسلمانون کی سخت توجہ کے لائق ہین،

شاہِ دکن اور سیرۃ النبی صلعم

اعلیحضرت شاہِ دکن نے دار المصنفین اور ناظم دار المصنفین کی جو تازہ سرفرازی فرمائی ہے، اس پر دار المصنفین کے ممبران
اور اعلیحضرت کے شکریہ کے بہت سے خطوط آئے، ان میں سے پروفیسر سید نواب علی ایم اے سابق وزیر تعلیم ریاست جوناگڈھ
ورکن انتظامی دار المصنفین کا عنایت نامہ ایک خاص حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس کے ذوق سے معارف کے ناظرین
محروم نہیں کئے جاسکتے،

مکرمی - السلام علیکم

نومبر کا معارف کل ملا حیدر آباد کے سفر وسیلۃ الظفر کے حالات پڑھ کر مسرور ہوا،
شب کو جب سحری کے لئے اٹھا تو ذیل کا قطعہ دل سے زبان تک آیا اور ایک روحانی سرور حاصل ہوا،

خدا کا شکر ہے اب سرحد تکمیل کو پہنچا — وہ دینی کارنامہ شبلی فردوس منزل کا
سلیمان کا قلم دکھلا رہا ہے جلوۂ سیرت — تماشائے کرم دیکھو دکن کے شاہِ عادل کا
گہر ریزی ادھر ہے اور ادھر ہے گہرباری — عجب عالم نظر آتا ہے اس پاکیزہ محفل کا
جو طالب حق کے ہیں وہ جال میں اب پھنس نہیں سکتے — کہو مستشرقوں سے اب اٹھالیں دام باطل کا

وہ دن آئے الٰہی جلد جب سیرت مکمل ہو
نظر آجائے اعظم گڈھ سے جلوہ ماہ کامل کا

مقالات

ہماری زبان

بیسویں صدی میں

(۲)

زبان کی ترقی کے دوسرے معیار اوس زبان کے مطبوعات اور ادارے ہیں، مطبوعات میں اخبارات
رسالے اور تصنیفات ہیں،

اخبارات — پچھلی صدی کے خاتمہ پر ہندوستانی زبان کے ایک دو روزانہ اور دو تین سہ روزہ اخبارات
تھے، خیال آتا ہے، کہ اُس زمانہ میں لاہور میں ایک روزانہ اخبار اخبار عام چھپتا تھا، اور دوسرا لکھنؤ کا
اودھ اخبار، صدی کے خاتمہ پر غالباً سب سے پہلے پیسہ اخبار روزانہ ہوا، اور سنہ ۱۹۱۰ء تک یہی حال رہا، بلقان
کے سیاسی ہنگاموں میں زمیندار روزانہ نکلنے لگا، اور اسی کے قریب مولینا محمد علی نے روزانہ ہمدرد کا اجرا
کیا، اب آج میرے علم میں صرف لاہور سے اردو کے دس روزانہ اخبارات نکل رہے ہیں، زمیندار، انقلاب
احسان، سیاست، ملاپ، پرتاب، ویر بھارت، ہند و، وغیرہ، دہلی سے چار، ملت، وطن، وحدت اور تیج
لکھنؤ سے چار حقیقت، حق، اودھ اخبار، اور ہمدم، کلکتہ سے چار عصر جدید، ہند، مسلم گزٹ، اور الہلال تیسرا
بند ہوگیا، بمبئی سے چار خلافت، اجمل، ہلال اور اسلام، مدراس سے دو قومی رپورٹ اور آزاد، (آج کل
شاید بند ہیں،) حیدر آباد سے چھ روزنامے، پیام، صحیفہ، رہبر دکن، مشیر دکن، صبح دکن، ہمشورا ور نگون سے دو

شیر رنگون، اور مجاہد برما اور پشاور سے آزاد،

صدی کے خاتمہ پر سہ روزہ اخبار دو تھے، ایک مغرب میں، دوسرا مشرق میں، مغرب میں وکیل امرتسر جس نے انشاء اللہ خاں کی اڈیٹری میں روم و یونان کی جنگ میں کافی شہرت حاصل کی، مشرق میں ریاض الاخبار گورکھپور، مشہور شاعر ریاض کا اخبار، اسکی ادبی حیثیت زیادہ نمایاں تھی، اب اسوقت سہ روزہ اخبارات میں صداقت کشمیر، پیغام لاہور، وکیل امرتسر، مدینہ بجنور، الامان دہلی، انصاری دہلی، الجمعیۃ دہلی، اتحاد پٹنہ، مسلم پٹنہ، الہلال پٹنہ، آزاد پٹنہ ہیں،

صدی کے خاتمہ پر ہفتہ وار اخباروں میں پیسہ اخبار لاہور، انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڈہ، کرزن گزٹ دہلی، البشیر اٹاوہ، اودھ پنچ لکھنو، ہندوستانی لکھنو، نیر اعظم مراد آباد، ذو القرنین بدایون، روہیلکھنڈ گزٹ بریلی، نہر مروذ (یوپی کے کسی شہر سے نکلتا تھا) الپنچ پٹنہ، اردو گائڈ کلکتہ، شمس الاخبار اور تحفۂ دکن مدراس،

صدی کے آغاز میں سب سے پہلا پر زور ہفتہ وار ۱۹۰۱ء میں انشاء اللہ خاں کی اڈیٹری میں وطن نکلا جو ترکی، اور عام اسلامی دنیا کا نقیب اور سفیر تھا، ترکی کے دستوری انقلاب کے بعد اس کا وقار رفتہ رفتہ گھٹ گیا، اور آخر ہندوستان کے سیاسی انقلاب میں وہ مٹ گیا،

اس کے بعد سیاسی ہفتہ وار اخبارات میں ۱۹۱۰ء میں مسلم گزٹ لکھنو اور الہلال کلکتہ بڑے زور شور سے نکلے، بہر حال یہ ہفتہ وار اخبارات کی ترقی کی ابتدائی تاریخ ہے، اسوقت سے لیکر آجتک پشاور و کشمیر سے لیکر رنگون تک جگہ جگہ سے ہفتہ وار اخبار اتنے نکل رہے ہیں، کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے، ہفتہ وار اخباروں میں خلافت، احسان، انقلاب، زمیندار، ملاپ، تیج، اجمل، اور ہند کے ہفتہ وار ایڈیشن خوبی سے نکل رہے ہیں، ہفتہ وار صحیفوں میں دیوان سنگہ مفتوں کا ریاست عام لوگوں میں بہت مقبول ہے، بھوپال سے ندیم بمبئی سے صداقت، کلکتہ سے ہفتہ وار ہند، مدراس سے سہیل اور آمنہ بنگلور سے الکلام اور اب قوم اور رنگون سے میونسپل گزٹ وغیرہ کے نام یاد آگئے ہیں،

ابھی حال میں کشن گنج پورنیہ (بہار) سے ایک ہفتہ وار اخبار آئینہ نکلنے لگا ہے، یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء کو اس کا بارہواں نمبر چھپا ہے، ایبٹ آباد و سرحد سے عزیز الملک نکلا ہے،

گذشتہ صدی کے اواخر میں ہندوستانی زبان کے اخبارات کی تعداد جو ممالک مغربی و شمالی و پنجاب میں لکھنؤ سے لاہور تک چھپتے تھے، سَو کے قریب تھی، (رسالہ حسن حیدرآباد جلد پنجم نمبر ۱۲ ص ۱۴۴) اگر اس تعداد سے آج کے اخبارات کی تعداد کا موازنہ کیا جائے تو ہندوستانی زبان کی ترقی کا پورا حال معلوم ہوگا،

رسالے

ہندوستانی زبان کا سب سے پہلا ادبی رسالہ شرر کا دلگداز لکھنؤ ہے، جو ۱۸۸۷ء سے نکلنا شروع ہوا تھا، سب سے پہلا مذہبی و اصلاحی رسالہ تہذیب الاخلاق سر سید احمد خاں ہے جو ۱۸۷۰ء سے ۱۸۹۶ یا ۱۸۹۵ء تک نکلا، سب سے پہلا علمی رسالہ مخزن الفوائد حیدرآباد دکن ہے، جس کے اڈیٹر نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی تھے، یہ ۱۸۷۴ء میں نکلا تھا، اور سب سے پہلا تحقیقی و تاریخی رسالہ حسن ہے، جو حیدرآباد میں ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۴ء تک جاری رہا، نواب عماد نواز جنگ حسن بن عبد اللہ اس کے اڈیٹر تھے، اور ہر قسم کے علمی ادبی، تاریخی اور اخلاقی مضامین کا سب سے پہلا مجموعہ علی گڈہ کا معارف ہے جسکے اڈیٹر وحید الدین سلیم اور نواب محمد اسمٰعیل خان تھے، یہ ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۱ء تک نکلتا رہا،

پچھلی صدی کے یہی مایۂ ناز رسالے تھے، جو ملک کے مختلف گوشوں سے نکلے، لیکن نئی صدی اپنے ساتھ بہت سے نئے ساز و سامان لائی، نئی تعلیم کی پود اب بڑھکر جوان ہو چکی تھی، چنانچہ سب سے پہلے ۱۹۰۱ء میں (سر) شیخ عبد القادر کی اڈیٹری میں لاہور سے مخزن نکلا، آج کے ادھیڑ اور بوڑھے اس زمانہ کے نوجوان تھے، سر اقبال، میر نیرنگ، چودھری خوشی محمد ناظر، اعجاز حسین، علمدار حسین، سید حسرت، مولانا شروانی، سید علی محمد شاد، وغیرہ اس کے مضمون نگار تھے، مجھے بھی یہ فخر حاصل ہے کہ میری عمر کا سب سے پہلا مضمون "وقت" اسی میں شائع ہوا تھا، یہ پہلا رسالہ ہے جس نے نئی تعلیم کے نوجوانوں کو

مئی ادب کے کام میں لگ گیا، اس کے بعد ۱۹۰۳ء میں سید حسرت موہانی نے علی گڈھ سے اردوئے معلی نکالا، جس میں ادبی اور سیاسی مضامین کی گنگا جمنی ہوتی تھی، اس زمانہ میں علی گڈھ منتھلی میگزین کو میر ولایت حسین ایڈٹ کرتے تھے، اور وہ کالج کے بجائے ملک کا رسالہ تھا، نئے نوجوان اس میں مشقِ سخن کرتے تھے، ان نوآموزوں میں میرا نام بھی داخل ہے، ۱۹۰۳ء میں دکن کے افق سے مولوی ظفر علی خان کا دکن ریویو اور افسانہ طلوع ہوا، ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء میں لکھنؤ سے الندوہ نکلا، جو روشن خیال علماء کا آرگن تھا، مولینا شبلی اور مولینا حبیب الرحمن شروانی اس کے اڈیٹر تھے، ۱۹۰۴ء ہی میں زمانہ کا آغاز ہوا جو منشی دیا نراین نگم کی اڈیٹری میں اب تک جاری ہے، منشی نوبت رائے نظر کا خدنگ نظر بھی ۱۹۰۴ء کی یادگار ہے،

اس کے بعد انڈین پریس الہ آباد سے ادیب ۱۹۰۰ء میں، لکھنؤ سے الناظر ۱۹۰۹ء میں، لاہور سے ظفر علی خان کا پنجاب ریویو ۱۹۱۰ء میں، لکھنؤ سے پیارے لال شاکر میرٹھی کا العصر ۱۹۱۱ء میں، آگرہ سے دلگیر اکبرآبادی کا نقاد ۱۹۱۲ء میں، حیدرآباد سے ہوش بلگرامی کا ذخیرہ ۱۹۱۵ء میں، اعظم گڈھ سے معارف ۱۹۱۶ء میں، طلیبت کا صبح امید لکھنؤ ۱۹۱۸ء میں نکلا، اور اس کے بعد ملک کے مختلف گوشوں سے اردو کے جس کثرت سے رسالے نکلے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں، اور جن کی وسعت پورے ملک کو محیط ہے، پنجاب میں ہمایوں، دہلی میں جامعہ، اور (شاید یوپی میں معارف بھی) ہماری زبان کے معیاری ماہوار رسالے ہوں،

اردو کا سب سے پہلا سہ ماہی رسالہ اردو جو انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن کا آرگن ہے، ۱۹۲۱ء میں نکلا، جو خالص ادبی رسالہ اور اپنی ادبی تنقید و تحقیق کے لئے مشہور ہے، دوسرا سہ ماہی اورنٹیل کالج میگزین لاہور ۱۹۲۵ء سے نکل رہا ہے، جو مشرقی علوم و فنون و تاریخ پر محققانہ مضامین چھاپتا ہے، اور تیسرا سہ ماہی رسالہ ہندوستانی اکاڈیمی کا ہندوستانی الہ آباد ہے جو ۱۹۳۱ء سے جاری ہے، اور ہندوستانی زبان و ادبیات کا خدمتگذار ہے،

ہندوستان کے دوسرے صوبوں سے بھی ماہوار رسالے نکلتے رہے، اور بند ہوتے رہے، مثلاً کلکتہ سے لسان الصدق ۱۹۰۲ء مولینا ابو الکلام کی اڈیٹری میں، اور تنویر الشرق اور ڈھاکہ سے جادو، جون گڈھ سے زبان، اور شہاب پونا سے رفیق الطلبہ (اینگلو اردو ہائی اسکول پونا) مالیگاؤں ضلع ناسک صوبہ خاندیس سے بیدار ہی،

مدراس میں سفینہ اور تبشیری شہر مدراس سے کوثر بنگلور سے، اور صحیفہ عمرآباد شمالی ارکاٹ سے ابھی انہی سالوں میں نکلے اور بند ہوئے، اب آمبور سے مینا نکلا ہے، اور صحیفہ عمرآباد سے دوبارہ نکلا ہے، سفیر سخن پشاور سے، میزان الافکار، تنویر، زبانِ ہند، ارمغان کراچی سندھ سے، نخلستان ملتان سے، اور لالۂ صحرا بہاولپور سے ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۶ء تک نکلے،

ہندوستان سے باہر بھی کچھ رسالے اور اخبار اس زمانہ میں نکلے، جن میں سے نوائے کیمبرج اور نوائے وطن امریکہ ذکر کے قابل ہیں،

زنانہ رسالے یہ وہ رسالے ہیں جو ادب و علم کی عام شاخوں سے متعلق ہیں، لیکن صدی کے خاتمہ کے قریب ہی سے مخصوص رسالوں کی اشاعت شروع ہوگئی، ۱۸۹۸ء سے مولوی سید ممتاز علی صاحب مرحوم نے لاہور سے تہذیب نسواں جاری کیا، جو اب تک اسی شان سے نکل رہا ہے، یہ خاص لڑکیوں اور عورتوں کا ہفتہ وار اخبار ہے، اور مہینہ کی آخری اشاعت ایک خاص نمبر کی شان سے نکلتا ہے، ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں علیگڈھ سے خاتون نکلا، جو ایجوکیشنل کانفرنس کے شعبہ تعلیم نسواں کا آرگن تھا، ۱۹۰۸ء میں مولینا راشد الخیری صاحب نے عصمت جاری کیا، جو اب تک کامیابی سے نکل رہا ہے، بھوپال سے ظل السلطان، ہرہائنس سلطان جہاں بیگم مرحومہ کی زندگی بھر نکلتا رہا، اور ان کے بعد بھی کچھ دنوں نکلا کیا، منشی محمد امین صاحب زبیری اس کے اڈیٹر تھے، ظل السلطان کے بعد اتحاد کے نام سے زنانہ اخبار نکلنے لگا، مگر اب وہ بھی بند ہو چکا ہے،

چھپرا (بہار) سے زیب النساء اچھا رسالہ ۱۹۲۳ء میں نکلا تھا، پھر بہار (گوڑگاواں) سے دوسرا رسالہ ۱۹۲۶ء میں عفت نکلا، دونوں بند ہوگئے، پنجاب سے سہیلی اور نور جہاں دو اچھے رسالے نکلے تھے، مگر شاید بند ہوگئے، اب جالندھر سے مسلمہ کے نام سے مسلمان عورتوں کا مذہبی رسالہ، اور جوہر نسواں کے نام سے دلی سے ادبی اور اخلاقی رسالہ خوبی سے نکل رہا ہے، کانپور سے مستورات، دہلی سے رہبر نسواں اور صدائے نسواں لاہور سے سہیلی، اور نسوانی دنیا وغیرہ بہت سے رسالے نکلے لیکن شاید اپنی زندگی پوری کر چکے،

اب آج کل چار برس سے بمبی سے خاتون نام زنانہ ہفتہ وار اخبار کامیابی کیساتھ نکل رہا ہے، منشی محبوب عالم (پیسہ اخبار) کی صاحبزادی فاطمہ خانم اسکی نگراں ہیں،

بچوں کے رسالے

یاد آتا ہے کہ اس صدی کے شروع میں سب سے پہلے منشی محبوب عالم صاحب مرحوم نے پیسہ اخبار کے دفتر سے بچوں کا اخبار نکالا اور وہ کچھ دنوں چلا، پھر تہذیب نسواں کے دفتر میں پھول کھلا جو اب تک زیر اشاعت ہے، بنات کے نام سے دفتر عصمت سے بچیوں کے لئے رسالہ نکل رہا ہے، ہونہار، نونہال وغیرہ پرچے ہیں، مگر ان سب میں کامیاب پرچہ جامعہ ملیہ دہلی کا پیام تعلیم ہے،

الہ آباد سے بچوں کی دنیا، بہار سے تربیت، دہلی سے بچہ نکلے، رنگون سے معصوم ۱۹۳۳ء میں نکلا، بچوں کی دنیا آج بھی الہ آباد میں ہے،

فنی رسالے

فنی رسالوں میں سب سے زیادہ طب پر رسالے نکلے، اور اب تک نکل رہے ہیں، حامی صحت (۱۹۳۶ء) دہلی، تبصرۃ الاطبا لاہور، حاذق (۱۹۳۳ء) دہلی، معین الشفا لاہور، (۱۹۳۶ء) مسیحا، ہومیو ۱۹۳۶ء ہومیو پیتھک میگزین لاہور، ڈاکٹر لاہور، طبی میگزین (۱۹۳۳ء) پٹنہ، حکیم دکن حیدرآباد دکن ۱۹۳۲ء سے، طبیہ کالج میگزین علی گڈھ سے، اجمل میگزین بمبئی سے، شمس الاطبا لاہور سے، اور ہمدرد صحت ۱۹۳۴ء سے دہلی سے اچھے نکل رہے ہیں، اور اب دہلی ہی سے چشمۂ حیات نکلا ہے،

فن اقتصادیات پر ایک مخصوص رسالہ مالیات پٹنہ سے ۱۹۳۵ء میں نکلا، جامعہ دہلی بھی کچھ دنوں تک ایک

اپنی اشاعتوں کے تین نمبر اقتصادیات پر نکالتی رہا، اور لاہور سے ۱۹۳۶ء میں اقتصادی دنیا شایع ہوا،

حیوانیات پر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے شعبۂ حیوانیات کا رسالہ حیوانیات ۱۹۳۱ء میں نکلا تھا مگر بہت کم زندہ رہا،

سائنس کے تمام متعلقہ علوم پر انجمن ترقی اردو کا مشہور سہ ماہی رسالہ سائنس خوبی سے نکل رہا ہے،

تعلیمی رسالے بھی بہت سے نکلے اور بند ہوئے، اور بعض ایسے مقامات سے نکلے، جو اردو کے مرکز سے دور ہیں، جیسے رفیق طلبہ (۱۹۱۲ء) پونہ سے، طلبہ (۱۹۳۵ء) پورنیہ (بہار) سے، بہارستان (۱۹۳۶ء) امراوتی برار سے، ابھی چند دو یار بھی کا رہنمائے تعلیم لاہور اس سلسلہ کا پرانا رسالہ ہے، اسوقت تعلیمی رسالوں میں پنجاب ایجوکیشنل جرنل لاہور ممتاز ہے، یہ ۱۹۳۶ء سے نکل رہا ہے، اور شیخ نور الٰہی پروفیسر ظفر اقبال اور پروفیسر گوپال داس اس کے اڈیٹر ہیں، حیدرآباد میں معلم اور اتالیق دو رسالے ہیں،

ادارے

صدی کے خاتمہ پر ہندوستانی زبان کا کوئی ادارہ قائم نہ تھا، انگریزوں کے بنائے ہوئے ادارے تو غدر کے طوفان میں بہ گئے، سرسید کی سائنٹفک سوسائٹی بھی سیاسیات کی الجھنوں میں پھنسکر رہ گئی، صدی کے آغاز میں ۱۹۰۳ء میں انجمن ترقی اردو کی بنیاد پڑی، جس کے پہلے معتمد مولینا شبلی تھے، اس سے کتابوں کے ترجمے، اور بعض مستقل تصنیفیں شایع ہوئیں، سرکار آصفیہ نے اسی زمانہ میں سررشتۂ علوم و فنون قائم کیا، جس کے پہلے اور آخری معتمد مولینا شبلی تھے، انکی طرف سے الکلام علم الکلام، موازنہ انیس و دبیر، اور سوانح روم وغیرہ کتابیں لکھی گئیں،

۱۹۱۴ء میں مولینا شبلی نے دار المصنفین کا خیال ظاہر کیا اور آخر نومبر ۱۹۱۴ء میں دار المصنفین کی بنیاد پڑی، ۱۹۱۷ء میں دار الترجمہ حیدرآباد قائم ہوا، ۱۹۲۰ء کی تحریکات کے سلسلہ میں جامعہ ملیہ کی بنا پڑی، اور اس کے ایک شعبہ کی حیثیت سے اردو اکاڈمی قائم ہوئی، ۱۹۲۷ء میں ہندوستانی

اکاڈیمی کا قیام عمل میں آیا، ان کے بعد دائرۂ ادبیہ پشاور، انجمن ترقی اردو کراچی، انجمن ترقی اردو ہند، اور انجمن مذکور کی دوسری شاخیں ہیں، جنکی تعداد ۱۹۳۴ء کی روداد میں ۹۵ بتائی گئی ہے،

ستمبر ۱۹۳۳ء میں عمرآباد شمالی ارکاٹ (مدراس) میں ہندستانی اکاڈیمی جنوبی ہند کی بنیاد پڑنے کی خبر آئی ہے، ملیبار میں بھی ایک انجمن بروے کار ہے،

ان کے علاوہ ذاتی اور شخصی ادارے بھی قائم ہوئے، جیسے دائرۂ ادبیہ لکھنؤ، ایوان اشاعت گورکھپور، اردو مرکز لاہور، قومی کتبخانہ لاہور، کتابستان الہ آباد وغیرہ ان سب نے ملکر ہندستانی زبان کی ترقی واشاعت کی اہم خدمت انجام دی ہے،

دفتر عصمت دہلی اور دفتر تہذیب نسواں لاہور عورتوں کے لئے اور جامعہ ملیہ بچوں کے لئے مفید لٹریچر پیدا کررہے ہیں،

اردو کتابوں کی تعداد

افسوس ہے کہ اردو کتابوں کا کوئی ایسا ذخیرہ ہمارے پاس موجود نہیں، اور نہ کوئی ایسی مکمل فہرست ہے، جس سے شروع سے آجتک کی اردو کتابوں کی تعداد کا پورا پورا تخمینہ معلوم ہوسکے، ۱۹۲۳ء میں پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی نے الفہرست کے نام سے اردو کتابوں کی جو فہرست حیدرآباد دکن سے شائع کی ہے، اس میں چھ ہزار آٹھ سو چھیانوے مطبوعہ کتابوں کا اندراج ہے، اسکے بعد چودہ برسوں میں جو کچھ اضافہ ہوا ہے وہ ظاہر ہے،

۱۹۲۶ء میں ہندوستانی اکاڈیمی کے ایماء سے پروفیسر ضامن علی صاحب (الہ آباد) نے اردو کتابوں کی پیمایش کی مختصر روداد شائع کی ہے، اس میں باجمال بلا نام سترہ ہزار نو سو ستانوے کتابوں کا تخمینہ ظاہر کیا ہے، اس شمار پر بھی نواں برس گذر رہا ہے، اور عجب نہیں کہ بیس ہزار تک نمبر پہنچ گیا ہو،

بہرحال پروفیسر سجاد مرزا بیگ مرحوم کی الفہرست کے اندراجات کے رو سے آج سے چودہ برس پہلے ان کے علم میں ہر علم وفن کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد یہ تھی،

۱- مذہبیات			
قرآن پاک کے ترجمے،	۷۳	دینیات اہل تشیع،	۹
تجوید وقرأت	۲۴	فلسفہ مذہب وکلام	۱۲۶
حدیث	۵۹	مذہب نصاریٰ	۴۶
فقہ اہل سنت	۹۹	مذہب ہنود،	۹۸
فقہ اہل تشیع	۱۰	علم اخلاق	۱۸۸
دینیات اہل سنت	۶۶	اخلاق ہنود	۱۲۲
			۹۲۰

۲- علوم			
حساب	۹۶	موسیقی	۴۹
جبر ومقابلہ	۲۹	معاشیات	۳۲
مساحت	۴۶	اجتماعیات	۵۹
علم مثلث	۱۵	جغرافیہ	۲۰۳
تراشہاے مخروطی وجرثقیل	۱۳	نقشہ جات	۳۰
علم تعمیرات	۱۷	علم طبعیات	۶۰
علم ہندسہ	۴۳	علم برق	۲۰
منطق	۳۵	علم کیمیا	۶
فلسفہ	۳۲	علم ہیئت	۳۴
علم النفس	۲۵	طبقات الارض	۶
مناظر	۱۲	نباتات	۸۴

حیوانات	۲۹	علاج شمسی	۵
علم الابدان	۱۹	بیدک	۵
طب	۵۶۷	بیطاری	۳۴
ڈاکٹری	۹۰	حفظان صحت	۳۲
ہومیوپیتھک	۱۱	قانون	۱۵۵
			۱۹۰۴

۳- تواریخ

انساب	۲۱	جنگ یورپ	۷
عام تاریخ	۱۳	تاریخ مصر	۱۳
تاریخ اسلام	۶۴	ترکوں کی تاریخ	۴۰
تاریخ عرب	۲۰	تاریخ ایران	۱۲
تاریخ اسپین	۱۰	تاریخ افغانستان	۱۱
تاریخ انگلستان	۲۴	تاریخ ہندوستان	۹۶
تاریخ روس	۲	تاریخ ہندوستان وبرما ولنکا	۱۵۰
تاریخ جاپان وچین	۶	تاریخ کی متفرق کتابیں،	۳۶
یونان	۶	سفرنامے،	۱۱۵
حالات اقوام	۱۶		۶۶۵

۴- سوانح

سیرانبیاء	۳	سوانح بزرگان دین	۳۰
میلاد وسیرت	۳۹	تذکرۃ الشہداء	۳۹

حالات اولیاء اللہ	۱۹	تذکرۂ نسوان	۴۹
احوال شہادت	۹۶	تذکرۂ شعراء	۱۴۱
عام سوانح عمریاں	۵۱۷		۷۵۳

۵ ادبیات

قصے	۳۰۰	ترکیب بند	۴
ناول	۴۷۰	واسوخت	۱۶
ڈرامے	۳۷	مرثیے	۴۱
ادب	۴۵	علم زبان	۲۵
عروض وشاعری	۴۷	لغت	۴۳
دیوان غزلیات	۲۶۸	صرف ونحو اردو	۵۵
نعت	۶۸	صرف ونحو عربی	۲۰
مثنوی	۸۷	صرف ونحو فارسی	۳۳
نظم	۶۸	لغت زبانہائے غیر	۲۳
رباعیات	۷	انشاء	۷۷
مجموعہائے نظم	۱۱۰		۲۰۴۴

۶- متفرقات

قواعد فوج	۱۰	مسمریزم	۱۳
علم قیافہ	۱۳	صنعت وحرفت	۱۲۴
کھیل تماشے	۳۰	عملیات	۱۱۷

رمل ونجوم	۷۰	تعلیم نسواں	۱۵۹
شعبدے	۲۱	فن تعلیم	۲۶
			۱۸۵
خوشنویسی	۲۷	مجموعی میزان	۶۰۹۶
	۴۲۵		

کتب خانے یہ امر افسوس کے قابل ہے کہ اردو کتابوں کا کوئی خاص مرکزی کتب خانہ اب تک نہیں، عموماً مشرقی کتب خانوں کے ضمیمہ کی حیثیت سے اُن کا وجود ہے، میرے علم میں خالص اردو زبان کا سب سے پرانا کتب خانہ میرے وطن دیسنہ ضلع پٹنہ میں کتب خانہ الاصلاح کے نام سے قائم ہے، یہ کتب خانہ ۱۸۹۹ء میں چند ناولوں سے شروع ہوا، اور اب چھتیس برس کی پیہم کوششوں سے اسمیں خالص اردو زبان کی تین ہزار نو سو بارہ کتابیں جمع ہیں، جنکی فن وار تعداد حسب ذیل ہے،

مذہب	۵۳۶	سفرنامے اور روزنامے،	۵۰
ادب نظم	۴۹۰	مطبوعات فورٹ ولیم کالج،	۶۲
ناول	۴۶۵	فلسفہ ومنطق	۳۹
ادب نثر	۴۵۰	سائنس	۲۷
سوانح وسیر وتذکرہ	۴۰۰	معاشیات وسیاسیات	۲۱
تاریخ وجغرافیہ	۳۸۰	**متفرق**	
تذکرۃ الشعراء وتاریخ اردو	۱۴۰	مجلدات رسائل	۴۸۵
لغات وقواعد	۱۲۷	کشکول	۱۵۰
میلاد النبی نظم ونثر	۹۰		۳۹۱۲

یہ ایک حقیر انجمن کا کام ہے، اگر باقاعدہ کوشش کی جائے، تو تعداد اس سے بدرجہا زیادہ ہوسکتی ہے

ہمارے ہاں دار المصنفین میں اردو کتابوں کی خریداری کا انتظام نہیں تاہم اس کے باوجود جستہ

جمع ہے، اسکی تفصیل یہ ہے،

۱ تفسیر	۳۱	۱۹ ادب	۹۱
۲ علوم القرآن	۵۳	۲۰ مکاتیب	۱۷
۳ حدیث	۱۱	۲۱ عروض وقوافی	۱۷
۴ فقہ	۱۳۰	۲۲ لغت	۱۳
۵ کلام وعقائد	۷۷	۲۳ افسانے	۱۰۲
۶ ردِ بدعت،	۲۴	۲۴ تعلیمیات	۳۲
۷ ترغیب وترہیب	۴۲	۲۵ منطق	۱۰
۸ مناظرہ	۲۳	۲۶ فلسفہ	۴۸
۹ تصوف	۴۴	۲۷ طبعیات	۳۶
۱۰ سیرۃ نبوی	۷۴	۲۸ کیمسٹری	۱۱
۱۱ سیرِ صحابہ	۲۳	۲۹ علم سکون وحرکت	۹
۱۲ طبقات	۸۳	۳۰ ہندسہ وریاضی	۲۷
۱۳ سوانح	۱۱۵	۳۱ ہیئت	۱۱
۱۴ تاریخ	۲۵۱	۳۲ طبقات الارض	۵
۱۵ تاریخِ علوم وفنون	۶۳	۳۳ سیاسیات	۲۵
۱۶ سفرنامے	۳۷	۳۴ معاشیات	۱۹
۱۷ جغرافیہ	۱۲	۳۵ طب	۵۸
۱۸ دواوین	۳۰۰	۳۶ مجلدات رسائل	۴۵۵
		میزان	۲۴۲۷

ہندستانی ایکاڈیمی الہ آباد بھی اردو کتابوں کا ذخیرہ فراہم کر رہی ہے، اسوقت تک وسکے کتبخانہ میں اردو کی ۲۵۲۱ کتابیں جمع ہوئی ہیں، جنکی تفصیل یہ ہے،

مذہب	۱۹۲	زراعت	۷
تاریخِ مذاہب	۵۶	حفظانِ صحت	۲۰
لغت	۴۷	دواوین	۲۵۲
منطق و فلسفہ	۲۸	مرثیے	۳۶
معاشرت	۱۶	مثنویات	۵۰
سیاسیات	۲۷	رباعیات	۸
اقتصادیات	۶	متفرقاتِ نظم	۶۶
سیر و سیاحت	۴	انتخاباتِ نظم	۹۴
تعلیم	۵	نقد وغیرہ	۶۶
معاشرتی تاریخ	۷	ڈرامے	۱۶۵
گرامر	۶۳	ناول اور افسانے	۴۸۴
سائنس	۲۲	مضامین	۱۰۴
نفلسیات	۷	تقریریں	۳۱
ریاضی	۷	خطوط	۲۸
طبقات ارض	۱	ادب	۱۰۰
نباتات	۷	تمدن	۹
حیوانات	۴	سفرنامے	۱۴

سوانح	۱۶۵	تاریخ ممالک	۶۷
تاریخ اقوام	۳	تاریخ وطبقات	۲۲۶
		میزان :-	۲۵۲۱

انجمن ترقی اردو کے سلسلہ میں انجمن مذکور سے اردو کے جو کتب خانے ملحق ہیں، ان کی تعداد حسب ذیل ہے، حیدر آباد دکن ۷، بنگال و آسام ۴، صوبہ متحدہ ۷، بہار و اڑیسہ ۱۰، راجپوتانہ ۸، گجرات و کاٹھیاواڑ ۳، سندھ ۲، بمبئی ۲، سی پی ۱۶، دلی کے لالہ سری رام مصنف خمخانۂ جاوید کے پاس اردو شعر و ادب اور تذکروں کا اچھا ذخیرہ تھا، اب وہ ہندو یونیورسٹی بنارس کی ملکیت ہے،

یورپ میں ہندوستانی زبان کی کتابوں اور کتب خانوں کا پتہ سب سے پہلے معارف نے پیش کیا، اپریل ۱۹۲۰ء جب مجھے پہلے پہل انڈیا آفس لائبریری کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، تو یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی، کہ یہاں ہندوستانی زبان کا اتنا بڑا خزانہ جمع ہے، جس کی فہرست تین سو صفحوں میں سمائی ہے، اور اس میں ہندوستانی کی پرانی چھپی ہوئی کتابیں، جن میں بڑا سرمایہ غدر سے پہلے کے مطبوعات کا تھا، موجود ہیں، ۱۹۲۰ء تک کی کل کتابوں کی مجموعی تعداد تو معلوم نہیں ہو سکی، لیکن ان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ یہ سارے مطبوعات چھ عنوانوں علوم و فنون، تاریخ و جغرافیہ، ادبیات، کتب تعلیمی الہیات اور متفرقات پر تقسیم ہیں، اور ان میں سے ہر ایک عنوان بیسیوں تحتی عنوانات پر مشتمل ہے، مثلاً علوم و فنون کے عنوان کے نیچے زراعت، صنعت و حرفت، ہیئت و نجوم، نیرنگ طلسم، سپہ گری، انگریزی قانون، ہندو قانون، اسلامی قانون، منطق و فلسفہ، طب و تشریح، موسیقی، طبعیات، معاشیات، اجتماعیات وغیرہ ۲۴ بابوں پر، تاریخ و جغرافیہ کا عنوان، علم الانساب، عام تاریخ، سوانح اور سفرنامے، وغیرہ ۹ بابوں میں پھیلا ہے، اسی طرح ادبیات کا حصہ دواوین، افسانے، تذکرے، خطوط وغیرہ ۱۴ بابوں پر، تعلیمی و درسی کتابوں کا عنوان قواعد و ریاضیات و طبعیات وغیرہ کے ۲۰ بابوں پر، الہیات و دینیات

کا عنوان، برہمنی ولا مذہبی، بودھی، عیسائی، ہندو جینی، اسلام، سکھ مت وغیرہ ۲۰ عنوانون پر بٹا ہوا ہے، متفرقات، تعلیمات تعلیم نسوان تعلیم صبیان تقریروں کے مجموعوں، ماہوار رسالوں، اور انجمنوں کی روداددں، چھ ذیلی عنوانوں پر منقسم ہے، ۱۹۲۶ء میں اس کتب خانہ کی ہندوستانی قلمی کتابوں کی جو فہرست چھپی ہے، اس میں ۲۶۹ قلمی نسخے درج ہیں،

ہمارے دوست مولوی نصیرالدین صاحب ہاشمی نے یورپ کے اکثر کتب خانوں کی سیر کر کے وہاں کے قلمی نسخوں پر ایک جامع کتاب لکھی ہے، اس میں ان کتب خانون کی فہرست دی ہے، جہاں ہندوستانی کتابوں کا ذخیرہ ان کو نظر آیا ہے، جسکی تفصیل یہ ہے،

کتب خانہ انڈیا آفس، کتب خانہ برٹش میوزیم، رائل ایشیاٹک سوسائٹی، اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز، بوڈلین لائبریری اوکسفورڈ، کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی، کتب خانہ کنگ کالج کیمبرج، کتب خانہ کابر کالج کیمبرج، کتب خانہ کرائسٹ کالج کیمبرج، ائین کالج، کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی، قومی کتب خانہ پیرس،

جاپان کے مشرقی زبانوں کے مدرسہ میں بھی ہندوستانی کتابوں کا نیا ذخیرہ ہے، کابل کی انجمن ادبی کے پاس بھی ان کا ذخیرہ ہے، ابھی جب یہ سطریں لکھ رہا ہون بدخشاں کے کتب خانہ کیلئے ۲۵۰ ہندوستانی کتابیں ہمارے ہاں سے بھیجی جارہی ہیں، جو انجمن ترقی اردو اور دارالمصنفین کا عطیہ ہین

ہندوستانی زبان کے مرکزوں سے بہت دور دریاے شور کے کناروں پر بلگام احاطۂ بمبئی مین کتب خانۂ رزاقیہ کے نام سے جناب عبد الرزاق صاحب نے صرف اپنی ذاتی محنت سے اردو کا ایک کتبخانہ فراہم کیا ہے جس کو میں نے ۱۹۱۰ء میں دیکھا تھا، اس وقت اس میں دو ہزار ۹ سو چھتیس کتابیں ہین بڑی بڑی جلدوں کی کتابوں کو بھی ایک کتاب فرض کیا گیا ہے، جن کی فن وار فہرست یہ ہے،

۱- دینیات

قرآن مجید کے ترجمے	۱۳	اصول فقہ	۱
تجوید	۴	ضابطہ و قانون	۸
اوراد و وظائف	۱۴	ردّ فرق	۶۴
علوم القرآن	۱۵	عقائد	۱۵
تفاسیر	۲۱	مناظرہ و کلام	۱۳۶
احادیث	۲۰	تصوف	۳۰
فقہ حنفی	۴۵	مواعظ و خطب	۱۴
فتاوی	۱۰	کتب مذاہب عالم	۲۳
فرائض	۹		

۲- جغرافیہ

کتب جغرافیہ	۱۱	سفرنامے	۱۴
نقشے	۹		

۳- تاریخ

تاریخ قدیم	۴	تاریخ قبل اسلام	۱۵
تاریخ مصر	۳	تاریخ خلفاء	۲۶
ایران	۷	تاریخ تمدن اسلام	۹
یونان	۲	تاریخ فرق اسلام	۳
رومہ	۱	مستقبل اسلام	۴
چین و جاپان	۴	اندلس	۷

مراکش	۲	دکن ومہاراشٹر	۱۲
تونس وطرابلس	۲	لکھنؤ و بھوپال وگجرات	۱۰
افغانستان	۴	تاریخ تمدن	۹
تاریخ عام ہندوستان	۱۶	سیاسیات ہند،	۷۵
۴۔ سوانح			
انبیاء	۵	شاہان اسلام	۳۷
سیرۃ نبوی	۱۷	مشاہیر عالم	۴۶
سیر رجال	۱۲۵	خواتین عالم	۶
خواتین اسلام	۲۸	تذکرۂ شعراء	۱۷
۵۔ نظم وادب			
منظومات	۲۰۱	مباحث شعروادب	۲۲
دواوین شعرائے قدیم	۶۰	قواعد وعروض	۲۸
شعرائے جدید	۶۰	خطوط	۱۸
نعتیہ	۱۱	مقالات	۶۰
مثنویات	۱۵	لغات ومحاورات	۵۲
مرثیے	۱۶		
۶۔ اخلاق ومعاشرت			
اخلاق قدیم وجدید	۴۲	معاشیات واجتماعیات	۱۸
۷۔ نسائیات			

عورتوں کی معاشرت	۳۵	خانہ داری	۴۲
زنانہ قصے،	۵۲		
۸۔ علوم			
فلسفہ ومنطق	۲۲	ریاضیات	۸
سائنس اور فلکیات	۴۴		
۹۔ قصص			
پرانے قصے	۱۹	ناول	۲۲۰
افسانے	۱۶	ڈرامے	۲۸
۱۰۔ متفرقات			
تقریریں	۲۳	فہرست کتب	۵
طب	۶۰	درسیات اردو	۶۳
صنعت وحرفت	۲۲	تعلیمات	۱۵
تجارت وغیرہ	۸	رسائل مختصرہ	۱۲۰
باورچی خانہ	۸	سالانہ رودادیں	۶۶
زراعت وباغبانی	۲۲	ماہانہ رسائل	۳۲۰

اسی احاطۂ بمبئی میں اردو کی مطبوعہ کتابوں کا ایک دوسرا کتب خانہ ۱۹۰۹ء میں بڑودہ میں نواب سید صدرالدین خاں مرحوم کے پاس دیکھا، اب اون کی وفات کے بعد جب ۱۹۳۱ء میں بڑودہ گیا، تو جامع مسجد بڑودہ میں منتقل ہو گیا تھا، چنانچہ وہ اسوقت بھی وہیں ہے، اُن کے صاحبزادہ سید معزالدین خان نے بتایا کہ اس میں چھ ہزار کتابیں ہیں تفصیل معلوم نہ ہو سکی،

دکن کے ایک دوسرے سرے پر یعنی بنگلور میں مسلم لائبریری ۲۵ برس سے قائم ہے، مجھے اس کے دیکھنے کا اتفاق ۱۹۲۵ء میں ہوا تھا، کتابوں کی تعداد معلوم نہیں،

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے پاس بھی اردو کا بڑا کتب خانہ ہے لیکن اس کی فہرست دریافت نہ ہو سکی تاہم یہ معلوم ہے کہ قدیم اردو کتابوں کا قلمی سرمایہ اس کے پاس سب سے زیادہ ہے اور جنکی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہے، ہمارے دوست ڈاکٹر سید حفیظ صاحب (الہ آباد) کے پاس بھی قدیم اردو کی کچھ قلمی کتابیں ہیں،

دلی میں لالہ سری رام آنجہانی کا کتب خانہ جسمیں قلمی دیوان اور تذکرے تھے، اب ہندو یونیورسٹی بنارس کی ملکیت ہے،

اہم تصنیفات ان اداروں کے ذریعے اور مختلف ذاتی کوششوں سے ہندوستانی زبان میں ہر سال مفید تصنیفات کا سلسلہ اتنا آگے کو بڑھ رہا ہے، جو اگر شکریے کے لائق نہیں تو شکوہ کے لائق بھی نہیں، معارف کے چند سال کی تنقیدات سے ان کی سالانہ فہرست یہ ہاتھ آئی ہے، جو ظاہر ہے کہ اصلی تعداد سے بہت کم ہے،

سنہ	کتابیں	رسالے	میزان
سنہ ۱۹۳۱ء	۷۳	۳۲	۱۰۵
سنہ ۱۹۳۲ء	۱۱۱	۱۸	۱۲۹
سنہ ۱۹۳۳ء	۶۰	۳۰	۹۰
سنہ ۱۹۳۴ء	۱۳۹	۴۵	۱۸۴
سنہ ۱۹۳۵ء	۱۴۷	۳۵	۱۸۲
سنہ ۱۹۳۶ء	۹۵	۲۸	۱۲۳

یہ ایک رسالہ کی تنقیدات کی تعداد ہے،

بہرحال اسوقت ہندوستانی زبان کا سب سے بڑا تصنیفی ادارہ سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ہے، یہ ادارہ ۱۹۱۷ء سے کام میں مشغول ہے، اسوقت تک مختلف علوم و فنون کی ۲۳۶ کتابیں اُس نے شائع کی ہیں، ۴۲ کتابیں زیر طبع ہیں، اور ۵۰ کتابیں زیر ترجمہ و تالیف ہیں، اور ۱۱۹ کتابیں زیر تجویز ہیں، ان کی فن وار فہرست درج ذیل ہے،

فہرست کتب دار الترجمہ حیدرآباد دکن

	علوم	شائع شدہ	زیر طبع	زیر ترجمہ یا تالیف
۱	مصطلحات	۰	۰	۱
۲	تاریخ ہند	۳۳	۶	۱۵
۳	تاریخ یورپ	۱۱	۱	۰
۴	تاریخ انگلستان	۶	۱	۱
۵	تاریخ یونان	۴	۰	۰
۶	تاریخ روما	۴	۰	۰
۷	تاریخ اسلام	۱۸	۰	۲۵
۸	جغرافیہ	۵	۰	۰
۹	سیاسیات	۷	۱	۷
۱۰	دستور انگلستان	۳	۱	۰
۱۱	معاشیات	۹	۴	۵
۱۲	عمرانیات	۲	۰	۰

	علوم	شائع شدہ	زیر طبع	زیر ترجمہ یا تالیف
۱۳	منطق	۴	۰	۰
۱۴	نفسیات	۱۰	۲	۰
۱۵	فلسفہ	۱۲	۴	۶
۱۶	مابعد الطبیعیات	۲	۱	۰
۱۷	اخلاقیات	۹	۰	۱
۱۸	قانون	۱۰	۱	۳
۱۹	ریاضیات	۲۲	۵	۵
۲۰	طبعیات	۲۱	۰	۲
۲۱	کیمیا	۱۰	۱	۷
۲۲	نباتیات	۰	۳	۰
۲۳	حیوانیات	۰	۳	۰
۲۴	طب	۹	۱۰	۱۹
۲۵	انجنیری	۱۷	۱۸	۸
۲۶	فن تعلیم	۰	۰	۳۰
	میزان	۲۳۶	۶۲	۱۰۵

انجمن ترقی اردو کے مطبوعات کی تعداد ۹۵ ہے جس میں تذکرے، قواعد، درسیات، معاشیات، تعلیمیات، طبعیات، نفسیات، ارتقا، نباتیات اور تاریخ کی کتابیں داخل ہیں، انکی فن وار تقسیم یہ ہے:

۱	ادب	۳۵	ان میں، شعرائے قدیم کے تذکرے اور ۲۰ اردو کی قدیم کتابیں ہیں

۲	تاریخ وسیر	۱۵	۷	درسی	۱۵
۳	سائنس	۱۲	۸	مذہب	۲
۴	تعلیم	۳	۹	لغت	۱
۵	فلسفہ	۲	۱۰	معاشیات	۱
۶	قواعد زبان و لسانیات وغیرہ	۷	۱۱	حفظان صحت	۱
					۹۵

ہندوستانی اکاڈمی نے اپنی دس برس کی زندگی میں اردو کی چھبیس کتابیں شائع کی ہیں جنکی تفصیل یہ ہے،

تمدنی تاریخ	۴	تعلیم و تربیت	۱
اقتصادیات	۲	سیاسیات	۱
حیاتیات	۱	ترجمے	۳
فلسفہ	۲	انتخابات دواوین	۲
ادبیات	۵	ادب اردو کی پیدائش	۱
سیاسی تاریخ	۲	متن کتب	۲
		میزان	۲۶

ذکر کے قابل پنجاب یونیورسٹی کے مطبوعات بھی ہیں، جہاں سے تذکرہ اور تاریخ اردو کی کتابیں شائع ہوئی ہیں، اسی طرح اسلامیہ کالج پشاور بھی شکریہ کا مستحق ہے، جہاں کے پروفیسروں نے نظریۂ اضافیت اور ہیئت وفلکیات پر کتابیں شائع کی ہیں، ان کے علاوہ اردو اکاڈمی (جامعہ) دہلی ہے جو ہر سال پانچ کتابیں شائع کرتی ہے جن میں نفسیات، فلسفہ، اقتصادیات، اور سیاسیات کا حصہ زیادہ ہوتا ہے، کتابستان الہ آباد نے تاریخ، فلسفہ اور ادب پر متعدد کتابیں چھاپی ہیں، قومی کتب خانہ لاہور نے انسانی

ترکوں کی موجودہ تاریخ اور ادبیاتِ لطیفہ کی بعض کتابوں کی اشاعت کی ہے، نظامی پریس بدایوں نے شعر وسخن مرثیے، دیوان اور تاریخیں چھپوائی ہیں، الناظر بک ڈپو نے بھی تاریخ سفرنامے اور ادب کی بہت سی کتابیں اضافہ کی ہیں، ایوان اشاعت گورکھپور نے فلسفۂ ادب اور افسانوں کے مجموعے شائع کئے ہیں، اردو مرکز لاہور نے منتخبات نظم ونثر کی ۲۰ جلدیں شائع کی ہیں، طبیہ کالج دہلی نے طب کی اہم کتابوں کا اتنا اچھا ذخیرہ ہندوستانی میں جمع کر دیا ہی کہ طبیہ کالج دہلی، طبیہ کالج علی گڈہ، طبیہ اسکول لکھنؤ، اور طبیہ اسکول پٹنہ کی تعلیم کے لئے وہ بہت کچھ کافی ہو رہی ہیں،

حیدرآباد میں کئی تجارتی ادارے ہیں، جن سے ادب، ادب کی تاریخ، تنقید اور افسانے شائع ہوتے رہتے ہیں، مدراس یونیورسٹی نے بھی اپنے فرض کو محسوس کیا ہے اور مولوی محوی صاحب لکچرر اردو مدراس کی کوشش سے دیوان بیدار، واقعاتِ اظفری کا ترجمہ اور بعض کتابیں چھاپی ہیں، اب دلی میں حالی پبلشنگ ہوس کے نام سے ایک نیا اشاعت خانہ قائم ہوا ہے،

دار المصنفین کے اشاعت خانہ نے اپنی بائیس سال کی زندگی میں ۷۰ کتابیں شائع کی ہیں جنکی فن وار فہرست یہ ہے،

۱- سیرت وسوانح	۲۱	۶ - تصوف	۲
۲- تاریخ	۱۸	۷ - فقہ	۲
۳- فلسفہ	۱۲	۸ - مذہب	۳
۴- ادب	۱۱	۹ - فلسفۂ تاریخ	۱
۵- تعلیم	۳		

سلسلۂ دار المصنفین کا آخری نمبر ۷۵ ہے،

علوم وفنون

کتابوں کی کثرت اور تعداد کو چھوڑ کر دیکھئے، تو معلوم ہوگا، کہ اسلامی دینیات میں قرآن پاک، حدیث اور فقہ کے بہت سے ترجمے ہو چکے، جدید اور قدیم علم کلام کا ذخیرہ بھی اچھا ہے، اسلامی قوموں اور ملکوں کی تاریخیں بھی خاصی ہو گئی ہیں، یورپ اور امریکہ کی تاریخیں بھی موجود ہیں، طب، ہومیوپیتھی، اور ڈاکٹری کی کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں، سائنس اور ریاضیات کی کتابیں اتنی ترجمہ ہو چکی ہیں کہ اُن کے بل پر ایک یونیورسٹی کا پورا شعبہ چل رہا ہے،

فلسفہ میں افلاطون، برکلے، کانٹ، ہیوم، شوپنہار، برگسان کے فلسفے ہندوستانی میں آچکے ہیں، اسی طرح روسو، نطشے، اور ٹالسٹائی کے خیالات بھی اس زبان کا جامہ پہن چکے ہیں، اخلاقیات، نفسیات اور معاشیات کا ذخیرہ بھی قابلِ قدر ہے، علمی اصطلاحات کی کئی ڈکشنریاں بن چکی ہیں، ترقی اردو نے انگریزی اردو، اور اردو انگریزی ڈکشنری، پیشہ وروں کا لغت اور اردو کا عام لغت تیار کیا ہی، دار المصنفین نے عربی اردو کا لغت تیار کیا ہے، عام لغات میں فرہنگِ آصفیہ کے بعد اس عہد میں نیّر کاکوروی مرحوم کی نور اللغات اور لاہور میں عام استعمال کے لئے جامع اللغات کئی جلدوں میں لکھی جا چکی ہے ان میں گو غلطیاں بھی ہیں، مگر ایک طرح سے انسائیکلوپیڈیا کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے

اردو ادب کی تاریخ کے سلسلہ میں پنجاب، صوبہ متحدہ، اور دکن کے اہل قلم نے اس میں بہت کچھ کام کیا ہی اور شک نہیں کہ اس زبان کی پیدائش کی تنہائی اب مسلّم تاریخ بن رہی ہے اس تحقیق کا آغاز ہمارے صوبہ میں مولینا سید عبد الحئی صاحب مرحوم کی گلِ رعنا سے ہوا، اور اس کی تکمیل دکن اور پنجاب کے اہلِ تحقیق نے کی، ترقی اردو نے شعراء کے پرانے تذکروں، اور پرانی زبان کی ابتدائی کتابوں کا بڑا ذخیرہ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے،

ہندو مذہب اور تاریخ وتمدن کا سرمایہ بھی اس زبان میں موجود ہے، وید، مہا بھارت، رامائن، منوشاستر، گیتا، ہندو تہذیب، رہنمایانِ ہند، قدیم ہند کے ترجمے ہو چکے ہیں، ہندی ادب، ہندی شاعر کبیر داس، ہندی تیوہاروں پر کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر ابھی یہ ذخیرہ ناکافی ہے، اور مزید

ترقی کا محتاج ہے،

خاتمہ

یہ ہندوستانی زبان کی نصف صدی کی رفتار کا ادھورا خاکہ ہے، معلومات ملک کے گوشہ گوشہ سے اکٹھے نہیں کئے گئے، بلکہ جو کچھ یاد تھے، ان کو کاغذ پر کھینچ دیا ہے، مجھے امید ہے کہ بمبئی گجرات سندھ، مدراس، سی پی اور بنگال کے دوست اور اس زبان کے قدر داں اپنے اپنے صوبوں کے حالات سے اطلاع دیکر ممنون فرمائیں گے،

"مسلم" پٹنہ کا انقلابی دور

هفتہ میں دو بار پابندی وقت کیساتھ ۱۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ ۶ روپیہ، ششماہی ۳ روپیہ، سہ ماہی عمہ فی پرچہ تین پیسے،

پانچ سال کی مستقل زندگی کے بعد مسلم کا دور جدید شروع ہو گیا ہے مسلم کا ادارہ تحریر ہندوستان کے بہتر سے بہتر اخبار کے صوری و معنوی محاسن کا ضامن ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ "مسلم" گوناگوں دلچسپیوں اور ادبی لطافتوں کا بہترین مرقع سمجھا جا رہا ہے اہم ترین مقالوں ضروری شذرات اور نو بہ نو خبروں کے علاوہ بصیرت افروز نظمیں، عالم اسلام، معلومات و اکتشافات وغیرہ کے مستقل عنوانات قائم کئے گئے ہیں، علاوہ ازیں "آئینہ عالم" کے جدید عنوان کے ماتحت ساری دنیا کی تازہ ترین سیاسیات پر بے لاگ تبصرہ بیان میں دلکشی و البیلاپن ہے، "مسلم کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے عنوان "علم و ادب" کوئی خشک موضوع نہیں بلکہ علم و ادب کیلئے زندگی کا پیغام ہے، اور یہ جمہور میں ادبی زندگی کی روح پھونکنا چاہتا ہے چٹے کی باتوں میں دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کیجاتی ہے "تفنن" کے مزاحیہ کالم میں دل بہلانے کا کافی ذخیرہ موجود رہتا ہے اگر آپ نئے مضامین، نیا طرز بیان اور نئی باتوں سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں تو آج ہی "مسلم" کے خریدار بن جائیے،

منیجر اخبار "مسلم" بانکی پور (پٹنہ)

مچھلی شہر کے کتبخانہ

میں

بعض نادر و نایاب قلمی کتابیں

از

مولوی محمد المہدی جعفری مچھلی شہری

"جونپور کے قصبات میں مچھلی شہر ایک پرانا قصبہ ہے، جہاں کی مٹی سے بہت سے اہل کمال اور اہل علم پیدا ہوئے، ان ہی میں سے ایک شیخ محمد صاحب مچھلی شہری المتوفی ۱۹۰۱ء کی ذات بابرکات ہے، وہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے زمانہ میں بھوپال کے قاضی تھے، اس زمانہ میں دیار عرب سے حدیث اور رجال کی قلمی کتابیں بھوپال لدی چلی آرہی تھیں، اور نواب مرحوم اور دوسرے شائقین کے ہاتھوں میں فروخت ہوتی تھیں، ان ہی میں نواب صاحب مرحوم کے بعد شیخ صاحب مرحوم کا درجہ تھا، اور جو کتابیں نواب صاحب سے بچ رہتیں، وہ اکثر شیخ صاحب کے ہاتھ آتیں،

شیخ صاحب خود بھی اپنے لئے باہر سے کتابیں منگوایا کرتے تھے، اور شیخ احمد مکی وغیرہ انکے لئے یمن، حجاز، مصر اور شام سے کتابیں لاتے تھے، خود شیخ صاحب نے بھی نجد و حجاز، مصر و شام، قسطنطنیہ اور یورپ کے سفر کئے، اور کتابوں کے نادر نسخے بہم پہونچائے،

اب اُن کا یہ کتب خانہ ان کے اخلاف کے قبضہ میں مچھلی شہر میں ہے، اس میں تقریباً ایک ہزار قلمی کتابیں ہیں، جو زیادہ تر چوتھی صدی ہجری سے لیکر آٹھویں صدی ہجری تک کی ہیں، جو اکثر حدیث اور رجال کی ہیں بعض فارسی کی بھی ہیں،

معارف کے کسی پچھلے پرچہ میں نواب صدر یار جنگ مولینا حبیب الرحمٰن خان شروانی کا جو مضمون اپنے کتبخانہ کے شاہی نسخوں پر چھپا ہے، اس کو پڑھ کر شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولوی محمد مہدی صاحب جعفری نے یہ مضمون بھیجا ہے، جس میں اپنے کتب خانہ کے صرف شاہی نسخوں کا ذکر کیا ہے، انھوں نے وعدہ کیا ہے، کہ اپنے کتب خانہ کے بعض نوادر کے حالات سے معارف کے ناظرین کو پھر روشناس کریں گے،

"س"

بزرگوں کے علمی مرتبہ کی شہادت میں "قلمی کتابوں" کا وجود جس طرح اپنے اندر ایک روشنی رکھتا ہے، اسی طرح ان پرانے قلمی نسخوں سے نوبت بہ نوبت فائدہ اٹھانے والوں کے ذوق و شوق کا اندازہ ہوتا ہے، اور مالک کتاب کی مہریں، دستخط حاشیے اور اضافے ان کے علم اور فن کی سرپرستیوں کی بولتی تصویریں ہیں،

اگست ۱۹۳۶ء کے معارف میں دنیاے علم کے مایۂ ناز نواب صدر یار جنگ مولینا شروانی کا مضمون "شاہی کتاب خانوں کی کتابیں کتاب خانہ حبیب گنج میں" پڑھ کر میرا بھی جی چاہا کہ اپنے بزرگوں کے کتب خانہ سے بھی شاہی کتب خانوں کی کتابوں کا ذکر اہلِ معارف سے کروں، اسلئے سرِ دست اپنی یادداشت سے ایک مختصر سی فہرست پیش کرتا ہوں، پوری فہرست اسوقت ساتھ نہیں،

۱- شمائل شریف مصری مُطلّا مذہب، } ۱۱۰۵ھ کا لکھا ہوا نہایت نفیس خط، محمد اکبر خوشنویس نے جنکو شاہ عالم بادشاہ کے دربار سے گوہر رقم کا خطاب ملا تھا

شاہی حکم سے یہ شمائل تحریر کی ہے، خاتمہ کی عبارت ہے:-

"قد صدر الحکم الارفع الاقدس من جناب ذالذی قامت السموات بعدل له وهو خلیفة الرحمٰن اعنی الخاقان بن الخاقان سلطان الزمان شاہ عالم غازی الخ"

سرورق پر وزیر علی خان بہادر ۱۲۰۰ھ کی ۲ مربع بڑی مہریں ہیں،

۲- الجمع بین الصحیحین المعروف بالحمیدی } آٹھواں حصہ ایک ضخیم اور متوسط تقطیع کے مجلد میں، یہ جزء ابراہیم اور ہاجرہ کی چالیسویں حدیث سے شروع ہوتا ہے، اور دو سو انیسویں حدیث مسند ابی ہریرہ پر ختم ہو جاتا ہے، مولف علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر بن عبد اللہ بن حمید بن فضل الحمیدی الاندلسی کی وفات ۴۸۸ھ میں ہوئی ہے، اس نسخہ کا سنہ کتابت ۸۴۱ھ ہے، کاتب علامہ محمد بن احمد بن عمر یہ الانصاری ہیں جنھوں نے "السلطان الملک الظاہر ابو سعید الجقمق" کے کتب خانہ کے لئے لکھا ہے، توسین کی عبارت سرورق پر سنہری حرفوں میں تحریر ہے،

اس اہم تالیف کی بابت امام عراقی کی رائے ہے کہ "حمیدی نے اس کے جمع کرنے میں ایسے الفاظ اور تتمے اضافے کر دئے ہیں جو بخاری و مسلم میں نہیں ہیں" علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:-

"میں نے صحیحین کے منقولات کے بارے میں حمیدی کی جمع کی ہوئی چیزوں پر بھروسہ کیا ہے، اسلئے کہ وہ اپنے ذکرِ طرق میں نہایت احسن ہے"

حمیدی کی جلد اول بھی میرے کتب خانہ میں موجود ہے، اس کا آغاز اسطرح ہے:-

"الحمد للہ الذی لا تحصی نعمه ولا تتناهی کرمه وصلی اللہ علی محمد

؎ معارف:- یہ مصر کے غلام بادشاہوں میں سے تھا، یہ ۸۴۲ھ میں تخت پر بیٹھا، اسلئے کتاب مذکور میں سنہ ۸۴۱ھ یا غلط لکھی ہے یا ہمارے مضمون نگار نے نقل میں غلطی کی ہے،

بنیتہ الذی انارت آیاتہ،

اس مجلد پر سنہ کتابت موجود نہیں ہے، جلد ضخیم تقطیع متوسط کاغذ حریری قدیم،

۳۔ المنتقی فی الاحکام الشرعیۃ من کلام خیر البریۃ } تالیف مشہور امام ابن تیمیہ کے دادا امام مجتہد شیخ الاسلام مجد الدین ابو البرکات عبد السلام بن عبد اللہ بن تیمیۃ الحرانی المتوفی سنہ ۶۵۲ھ اس کتاب میں مولف نے بخاری، مسلم، مسند احمد، جامع ترمذی، سنن نسائی، ابی داؤد، ابن ماجہ سے احکامی احادیث لیکر جمع کی ہیں، اور حدیثوں میں کتابوں کا حوالہ بھی دیا ہے، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار کے نام سے ۸ جلدوں میں اسی کی شرح کی ہے، یہ نسخہ سنہ ۷۳۶ھ کا لکھا ہوا ہے، کاتب کا نام ابوبکر ابن سعید بن عباس الحنبلی ہے، کتابت کے بعد مؤلف کے نسخہ سے تصحیح و مقابلہ کیا گیا ہے، پہلے صفحہ پر المتوکل علی اللہ امیر المومنین اسمٰعیل[1] کے دستخط ہیں، علامۃ الامیر محمد بن ابراہیم الوزیر نے بھی اس نسخہ کا سماع کیا ہے، یہ کتاب چھپ چکی ہے،

۴۔ کتاب الاستیعاب، تالیف شیخ الاسلام علامہ ابی عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری المتوفی سنہ ۴۶۳ھ طبقات صحابہ و صحابیات کی بلند پایہ مشہور اور متداول کتاب ہے، یہ نسخہ ذی قعدہ سنہ ۸۳۲ھ میں علامہ ابراہیم بن یحیٰی بن ابراہیم نے اپنے لئے لکھا تھا، اور ابراہیم بن محمد بن خلیل سبط ابن عجمی المتوفی سنہ ۸۴۱ھ نے دو مرتبہ اس کا مقابلہ کیا ہے، اس کی عجیب نادر شان کی اور دیدہ زیب کتابت ہے، تقطیع بڑی چھ سو آٹھ صفحات ہیں،

یہ نسخہ سنہ ۱۱۹۴ھ میں شاہی کتب خانہ کے لئے خرید اگیا تھا، صفحہ اول پر تحریر ہے:۔

"در شاہجہان آباد بجہۃ سرکار پیر و مرشد حقیقی ابتیاع شد"

اس کے بعد علی بن ابی طالب الحسینی کی ایک مربع مہر ہے،

[1] معارف:۔ یمن کے زیدی ائمہ میں سے ہے۔

۵۔ العقائد، عربی میں چودہ ورق کا چھوٹا سا رسالہ ہے، تالیف ابو الفضل محمد یعقوب البنبانی (؟) محررہ ۲۷ سنہ جلوس عالمگیری اس کا کاتب عبد الکریم پانپتی ہے، صفحہ اول پر فرخ سیر بادشاہ شاہجہان آباد ۶ سنہ جلوس کی بڑی گول مہر ہے،

۶۔ ینابیع اللغۃ (عربی) تالیف علامہ ابوجعفر احمد بن علی بن ابی جعفر بن ابی صالح المقری البیہقی المتوفی سنہ ۵۴۴ھ ان کے متعلق علامہ ابن السمعانی لکھتے ہیں "یہ قرأت، تفسیر، نحو اور لغت کے امام تھے احمد بن صاعد اور علامہ صندی کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، طبعاً بڑے خلوت پسند تھے، نماز کے اوقات کے سوا اپنے مکان سے باہر نہیں نکلتے تھے، اور نہ کسی سے ملتے جلتے تھے، مذکورہ نسخہ خود مولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اور غالباً اصل مسودہ ہے، کیونکہ مولف نے سرخ روشنائی سے جابجا بعد میں اضافے بھی کئے ہیں، علامہ مذکور نے اس تالیف سے پہلے لغت قرآن پر کتاب المحیط کے نام سے ایک کتاب تالیف کی تھی، اس کے بعد کتاب "ینابیع اللغۃ" غرائب حدیث پر تالیف کی مقدمہ کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"انی لما فرغت من کتاب المحیط دارفی خلدی ان یضم لہ زنبیل من غرائب احادیث الرسول وآثار الصحابۃ والتابعین اذمدار الشریعۃ علی الکتاب والاحادیث فرایت انہ لایتم الا بان اضم الیہ صدراً صالحاً من کلام العرب فنظرت فی الاصول المھذبۃ والکتب المبوبۃ فی ھذا الفن فرایت صحاح اللغۃ فی غایۃ الجودۃ فانحیت علیھا بان اخترت عیونھا ونقحت متونھا وھذبت ابکارھا و عونھا ورتبت الکتاب الخ"

افسوس ہے کہ میرے کتب خانہ میں اس نادر لغت کا صرف پہلا حصہ ہے، جو حرف صاد

پر ختم ہو جاتا ہی، آخر کی عبارت یہ ہی:-

"تم کتاب الضاد بتمامہ تمت المجلدۃ الاولی ویتلوہ کتاب الضاد علی

ید ابی جعفر احمد بن علی المقری البیہقی حامد اللہ ومصلیا علی رسولہ"

سرورق دستخط اور مہروں سے بھرا ہوا ہے، بہت سی تحریریں محو ہو گئی ہیں، یہ نسخہ فردوس

آشیانی شاہجہاں کے کتب خانہ میں بھی رہ چکا ہے، چنانچہ مرقوم ہے،

"ینابیع اللغۃ ۲ ذی الحجہ سنہ جلوس مبارک موافق سنہ ۱۰۵۲ ہجری تحویل خواجہ سہیل

شد قیمت دہ روپیہ"

پھر ایک گول بڑی مہر ہے، جس پر "صالح مرید شاہجہاں" درج ہے، ایک دوسری گول

چھوٹی مہر ہے، جس پر "رضا خاں طبیب شاہجہانی" لکھا ہے، دستخط میں ایک تحریر ہے،

"فی نوبۃ الفقیر الی اللہ ابی الحسین بن محمد ابطری متعہ اللہ بہ و

بجمیع ماخولہ"

دوسری تحریر ہے:-

"محمد بن علی بن محمد البخاری النسفی سنہ ۷۰۶ھ"

یہ نادر کتاب جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۴۰ھ میں ہمارے کتب خانہ میں پہونچی ہے، اس تالیف پر

آیندہ بالتفصیل مضمون پیش کروں گا، کاش اس کے دوسرے حصہ کا پتہ چل جاتا، اگر وہ دست برد

حوادث سے ضائع نہ ہوا ہو، یہ لغت صحاح جوہری سے کئی حیثیتوں سے بہتر ہے، (کشف الظنون

صفحہ ۲۶۶ باب الیا میں اس کا صرف نام ملتا ہی)

۷- المنثور والمنظوم، مولف ابو الفضل احمد[1] طیفور بن طاہر خراسانی ہے جو مولدین بغداد

[1] معارف: صحیح نام ابو الفضل احمد بن ابی طاہر طیفور، اور سال وفات سنہ ۲۸۰ھ ہے، دیکھو تاریخ بغداد خطیب جلد ۴ ص ۲۱۱

کی اولاد میں سے ہی، اس کا سنہ وفات سنہ ۲۸۰ھ ہے، جعفر بن حمدان صاحب کتاب الباہر لکھتے ہیں:

"یہ عام کاتبوں کا مودب تھا، پھر اتنی ترقی کی کہ سوق وراقین میں شرقی جانب اپنی مستقل

نشست بنالی، کتابوں کی تصنیف اور شعر گوئی میں بڑی شہرت حاصل کی، اقوال کی تصحیف

اور کلام کے سرقہ میں استو خاص ملکہ تھا"

ابن ندیم فہرست کے فن ثالث مقالہ ثالثہ میں لکھتے ہیں:-

"کتاب المنثور والمنظوم کے اصل میں چودہ اجزا ہیں، لیکن صرف ۱۲ جزو دستیاب ہوتے ہیں"

اس کتاب کی آخری پانچویں جلد میرے کتب خانہ میں ہے، جو تین اجزا کا مجموعہ ہے، گیارہواں

جز بلاغات النسا[1] پر ہے، بارہویں جز میں مختلف موضوع کے اسلامی وجاہلی شعرا، اور خواتین شعرا کے

متغزلانہ مدحیہ اور ہجویہ قصائد اور مسجع کلام ہے، تیرہویں جز میں رسائل، خطوط اور ادبا، شعرا اور

سلاطین و امرا کے جوابات ہیں، تقطیع بڑی، ضخامت ۵۵۲ صفحات ہے، سنہ کتابت اور نام کاتب

درج نہیں ہے، سرورق نہایت مطلا مذہب ہے، جدولوں کے اندر نہایت خوشخط سنہری حروف

سے لکھا ہے:-

"لخزانۃ الشریفۃ المقدسۃ الطاہرۃ الزکیۃ الامامیۃ المتنیۃ

اعز اللہ بد وام دولۃ مالکہا انصار الاسلام وجعلہا باقیۃ

علی الایام لمحمد وآلہ"

۸- بدائع الانشا (فارسی) از ملا یوسفی،

شروع کی عبارت "زینت عنوان سر نامہ نامی وزیور دیباچہ ہر صحیفہ گرامی جملہ الخ"

شکست، تقطیع خورد، صفحات ۱۰۳،

(بقیہ حاشیہ ص ۴۳۶) معجم البلدان یاقوت لفظ بغداد [1] یہ حصہ مصر میں چھپ گیا ہی، "معارف"

اس نسخہ پر شاہجہاں کی مربع مہر اور بہادر شاہ اور سلیمان جاہ کی مہریں سرخ روشنائی سے ثبت ہیں،

۵- **رسالہ پختن طعام**، یہ کھانے کی قسموں اوران کے پکانے کی ترکیبوں پر بہترین رسالہ ہے زبان فارسی ہے، مؤلف اور کاتب کسی کا پتہ نہیں، "اقسام نان" سے ابتدا ہوتی ہے، اور "ساختن جغرات" کی فصل پر تمت بالخیر ہے،

سرورق پر باریک شکست خط میں تحریر ہے:-

کتاب پختن طعام بمعرفت میاں نصیر الدین حیدر باتبیاع نمودہ شد در شہور سنہ ۱۲۳۵ھ"

اور یہ امجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی نہایت شاندار چھتردار مہر بیع مہر ہے، جو سرخ روشنائی سے ثبت ہے، اسکی عبارت ہے:

خاتم امجد علی شاہ زمان عالی جناب ناسخ ہر مہر شد چون شد مزین بر کتاب

کتاب کے آخر صفحہ پر بھی یہی مہر لگی ہوئی ہے،

ان اہم نسخوں کے ذکر کے بعد چند ایسے قلمی نسخوں کی ایک مختصر فہرست بھی پیش کیجاتی ہے جن پر علمائے کرام اور اکابر ملت کی تحریریں ہیں، اور یہ کتابیں بھی نسخہ کی حیثیت سے بے مثال ندرت رکھتی ہیں

۱- **پارۂ عم**، مکمل خط کوفی تقطیع متوسط مربع، کاغذ گندمی، رنگین و بیز، سنہ کتابت وغیرہ کوئی تحریر نہیں ہے،

۲- **الجامع الصحیح للبخاری**، ایک ضخیم مکمل جلد میں، خط نہایت عمدہ نسخ، ۸۷۵ھ کا لکھا ہوا کاتب محمود بن عبد الصمد بن جمال الدین بن حسین جوینی، اس نسخہ پر کاتب مذکور کے لکھے ہوئے حواشی کے علاوہ نفیس رقعے ہیں، ان میں ابن حجر، کرمانی، شمس کرمانی، مصابیح الجامع، مطالع الانوار، علمی شرح خارق مشارق، قاضی عیاض، طیبی، حاصل طیبی وغیرہ کے منتخب حواشی درج ہیں، بعض صفحوں پر علامہ انوار الحق دہلوی کے ہاتھ

کے حواشی بھی ہیں،

۳- **مختصر صحیح مسلم**، امام منذری المتوفی ۶۵۶ھ ۶۶۰ھ کا لکھا ہوا کاتب خضر بن علی بن غفوان المعروف بابن اخیمی،

۴- **نوادر الاصول**، امام الحافظ حکیم الترمذی المتوفی ۲۵۵ھ، مکمل ۲ جلد صفحات ۶۰۰، ۶۸۰، محرم ۹۰۹ھ کا لکھا ہوا ختم نسخہ پر تحریر ہے:-

"بلغ مقابلۃ علی نسخۃ الاصل علی حسب الطاقۃ والجھد وصحح علی قدر الامکان"

۵- **مسانید ابن حنبل** ایک ضخیم مجلد میں، خط نسخ نفیس کاغذ رنگین دبیز گندمی،

اس میں ۱۴ مسانید ہیں، مسند عشرہ مبشرہ، مسند اہل البیت، مسند النساء، مسند الشامیین، مسند ابن عمر، مسند عبد اللہ بن عمرو وابی رمثہ، مسند جابر بن عبد اللہ، مسند ابی سعید خدری، مسند الکوفیین، مسند البصریین، مسند انس بن مالک، مسند ابن عباس، مسند عائشہ، و مسند فیہ حدیث صفوان بن امیہ، کل صفحات کی تعداد ۱۳۵۲ ہے، مسند ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آخر میں لکھا ہوا ہے:-

"قری علی ابی بکر بن مالک فاقر بہ الحسین بن محمد بن بکیر الصیرفی فی سنۃ ست وستین وثلثمائۃ"

۶- **صحیح ابن حبان** (السبع السابع من التقاسیم والانواع) صرف ۲ مجلد تقطیع خورد سنہ کتابت ۸۲۵ھ، کاتب علامہ محمد بن محمد بن محمد ابی الخیر محمد بن محمد عبد اللہ الہاشمی العلوی المکی الشافعی للمسجد الحرام، علامہ ابن فہد الہاشمی نے ۸۳۰ھ میں اس نسخہ سے بلاغ و سماع کیا ہے،

۷- **تخریج احادیث الوسیط** ۸۰۰ھ کا لکھا ہوا، کاتب علامہ برہان الدین ابراہیم بن محمد ابن خلیل الحلبی سبط ابن العجمی المتوفی ۸۴۱ھ، تقطیع چھوٹی، کتابت نفیس و دیدہ زیب،

۸- **کتاب امالی حدیثیہ**، امام جلال الدین سیوطی، یہ صرف ۴ ورق کا رسالہ ہے جو امام موصوف ہی کے قلم کا لکھا ہوا ہے

حضرت نظام الدین احمد صانع بلگرامی

از

جناب سید حامد حسن صاحب بلگرامی ایم اے لکچرر دہرہ دون کالج

حضرت صانع بلگرام کی اُن مشہور ہستیوں میں تھے، جن کے مسلم الثبوت استاد ہونے کی تصدیق مرزا محمد رفیع سودا کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، جو انھون نے اشرف علی خان صاحب سے فرمائے تھے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ مولانا اشرف نے اساتذہ کے کلام کا ایک انتخاب ۱۵ سال کی محنت میں تیار کیا اور مرزا فاخر مکین کی اصلاحون سے عاجز اگر مرزا سودا سے انصاف کے طالب ہوئے، مرزا بولے:

"آپ کو اصلاح منظور ہے، تو شیخ علی حزین مرحوم کے شاگرد شیخ آیت اللہ ثنا، میر شمس الدین فقیر کے شاگرد مرزا بجو ذرہ تخلص موجود ہیں، حکیم بو علی خاں ہاتف بنگالہ میں نظام الدین صانع بلگرامی فرخ آباد میں شاہ نور العین واقف شاہجہان آباد میں ہیں، یہ ان لوگوں کا کام ہے[1]"

افسوس ہے کہ اس استادِ زمانہ کا ذکر میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنے قابلِ قدر تذکرہ ماثر الکرام موسوم بہ سروِ آزاد میں بہت اختصار سے کیا ہے، بزرگون کا خیال ہے کہ علامہ مرحوم کو حضرت صانع کے خاندان سے کچھ رنجش تھی[2]، اس لئے حضرت صانع کا مفصل ذکر نہیں فرمایا، بہرحال علامہ مذکور سروِ آزاد میں رقمطراز ہیں:-

[1] آب حیات مصنفہ محمد حسین آزاد ص ۱۲۶ [2] جناب مقبول احمد صاحب صمدانی مصنف حیات جلیل نے بھی مجھ سے اس امر کی تصدیق فرمائی،

"صانع نظام الدین احمد بلگرامی،

ہمین نام تاریخ تولد اوست مطابق سنہ تسع و ثلثین و مائۃ والف (۱۱۳۹) جوانی است از عشیرۂ قضاۃ عثمانی، مہذب و مودب، در حداثت سن کلام اللہ را یاد گرفت و در خدمت میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ تربیت یافت،

مشق سخن از خدمت میر می کند، و طبع و ذہن مستقیم دارد، و از قبیلۂ قضاۃ عثمانی اول کسیکہ شعر درست انشا کرد، و لآلی دلپسند بہ غواصی فکر بر آورد اوست ایزد سبحانہ عمرش بیفزاید و پایہ سخنش را ترقیہا کرامت نماید[1]،"

اس کے بعد ان کے ۱۲۰ اشعار کو بطور نمونہ اپنے تذکرہ میں جگہ دی ہے،

اس میں شک نہیں کہ حضرت صانع اس خاندان کے پہلے شخص تھے، جنھوں نے شاعری کی طرف توجہ فرمائی، لیکن انھون نے بہت جلد وہ مرتبہ حاصل کرلیا، کہ اس کوچہ میں اہلِ وطن کی راہبری کی،

حضرت صانع بلگرامی کا اصل و تاریخی نام نظام الدین احمد اور عرف بشی میاں تھا، آپ سنہ ۱۱۳۹ھ میں پیدا ہوئے، شیخ محمد ہادی کے صاحبزادہ تھے، اور قبیلۂ عثمانی کے ایک درخشاں ستارے، اس سلسلہ میں حکیم قدرت اللہ خان سے ایک غلطی ہوئی ہے، جس کا ازالہ کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ حکیم صاحب اپنے تذکرہ مجموعہ نغز میں انھیں سید لکھتے ہیں[2]:-

"صانع تخلص بشی میاں مرحوم است وے از سادات بلگرام و (واسطی الاصل) بود، بشیتہ شعر فارسی می گفت،"

حکیم صاحب نے ان کا عرف و تخلص صحیح لکھا لیکن جس طرح انھیں حضرت صانع کا اصل نام

[1] سروِ آزاد، ص ۳۴۴ [2] مجموعہ نغز، اصل ورق ۱۰۹، مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی ص ۳۵۶۔

نہ معلوم تھا، اسی طرح وہ ان کے شجرہ سے بھی ناواقف معلوم ہوتے ہیں، حضرت صانع اسوقت اپنی فارسی دانی کے سبب مشہور تھے، اگر حکیم صاحب کو یہ علم ہوتا کہ نظام الدین احمد ان کا اصلی اور تاریخی نام ہے، تو وہ یقیناً تذکرہ میں اسی نام کے ساتھ ان کا حال لکھتے، وہ سادات بلگرام میں نہ تھے، بلکہ جیسا کہ آزاد نے لکھا ہے، ان کا تعلق عثمانی خاندان سے تھا، اس خاندان کے چشم و چراغ منشی محمود صاحب بقید حیات ہیں،

اس موقع پر یہ شبہہ صحیح نہیں ہوگا، کہ ممکن ہے وہ صانع جن کا ذکر حکیم صاحب نے کیا ہے، کوئی دوسرے بزرگ ہوں، اسلئے کہ اول سودا کے ہمعصروں میں نظام الدین احمد بلگرامی کے علاوہ کوئی دوسرے صانع بلگرامی نہیں گذرے،

دوسرے سودا نے ان صانع کا ذکر عقیدت کیساتھ کیا ہے، اور ان کا پورا نام بھی دیا ہے، جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے،

سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حکیم صاحب نے صانع کے کلام کے نمونے کے جو دو شعر نقل کئے ہیں، ان میں کا دوسرا شعر حضرت نظام الدین احمد صانع کے دیوان کے آخر میں موجود ہے، جسے منشی محمود صاحب نے مجھ کو بتر کا لکھا دیا تھا، یہ شعر جو مقطع ہے، مین نے چار سال ہوئے اپنے تذکرۂ شعرائے بلگرام کے لئے ان کے حالات کے ساتھ نقل کر لیا تھا، حکیم قدرت اللہ کے نایاب تذکرہ میں مطلع بھی مل گیا،

رہا "واسطی الاصل" کے الفاظ ممکن ہے تذکرہ ہی میں موجود ہوں یا حضرت صانع کو سید کی فہرست میں دیکھکر پروفیسر شیرانی صاحب نے انھیں بھی سادات بلگرام کی طرح واسطی الاصل سمجھا ہو،

حضرت صانع نے نو ہی برس کی عمر میں کلام پاک حفظ کر لیا تھا، ابتدائی کتابیں میر نواز شعلی[1]

[1] میر نوازش علی صاحب فقیر، بلگرام کے مشہور بزرگوں میں تھے، ان کے زمانہ کے بیشتر علما نے ان کے

فقیر بلگرامی سے پڑھیں، اور فارسی کا ذوق انہی کی صحبت میں حاصل کیا، پھر اساتذہ کے کلام کے مطالعہ سے اس کو ترقی دی، ذہن رسا اور طبیعت بھی موزوں پائی تھی، اس لئے کبھی کبھی خود بھی شعر کہنے لگے، رفتہ رفتہ مشق سخن بڑھتی گئی اور طبیعت کے میلان اور رجحان نے بہت جلد سخن فہم و سخن سنج بنا دیا، اور ان کی شاعری کو ایسا چمکایا کہ وہ اپنے تمام ہم عصروں سے بازی لے گئے، حضرت صانع کو اساتذہ کے کلام سے بڑی دلچسپی تھی، اکثر آپ ان کے دیوانوں کا مطالعہ فرماتے رہتے تھے، اور خود انتخاب کیا کرتے، قدیم و جدید شعراء کے کلام سے اس ذوق و شوق نے ان کو ایک دقیقہ سنج، سخن شناس، مسلم الثبوت استاد اور بلند مرتبہ شاعر بنا دیا تھا، کہ وہ مرزا سودا جیسے شاعر کے استاد ہوئے، حکیم قدرت اللہ خاں اپنے تذکرہ میں حضرت صانع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں[1]:-

"مرزا رفیع سودا در ایامے کہ شوق فارسی گوئی بہم رسانیدہ بود، از ایشان اصلاح سخن می گرفت"،

علمی استعداد اور قابلیت کیساتھ شعر و شاعری پر نظر اتنی وسیع تھی، کہ کوئی شعر بھی ان کے سامنے پڑھا جاتا تو وہ اس کے مصنف کا اکثر صحیح نام بتا دیتے، ہر علم دوست کو اپنے زمانہ کے ارباب کمال سے ملنے کا شوق ہوتا ہے، صانع بلگرامی بھی اس شوق سے خالی نہ تھے، اپنے زمانہ کے کاملین میں انھوں نے شیخ محمد علی حزین اصفہانی، نواب علی قلی خان والہ داغستانی اور شیخ عبد الرضا وغیرہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۲) سامنے زانوے ادب تہ کیا، آپ خود بھی شاعر تھے، آپ کے زمانہ میں آپکی بڑی قدر و منزلت تھی، علامہ آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:-

"مشاطۂ طبع ہمایوں در انجمن نخستیں جمال عرفان می آید، و دریں محفل برقع از روے پریزادان معنی می کشاید"،

[1] مجموعۂ نغز، مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی اصل ورق (۱۷۹) صفحہ ۳۵۷،

سے ملاقاتیں کیں، اور ان لوگوں کیساتھ شعر و سخن کی صحبتیں رہیں، ان حضرات نے بھی ان کے فارسی کلام اور ان کی تلاش و تحقیق کی داد دی،

حضرت صانع کو اپنے معاصرین میں شیخ علی حزیں کا کلام بہت پسند تھا چنانچہ فرماتے ہیں

صانع بہ حزیں حسن کلام است مسلّم ۔۔۔ ایں نو سخناں شیوۂ گفتار نہ دانند

اہل وطن میں حکیم محمد صدیق سخنور بلگرامی سے بہت انس تھا، اکثر ان کیساتھ شعر و شاعری کی صحبتیں رہتی تھیں، وہ اپنے ہم جنسوں میں سخنور کے علاوہ اور کسی کو سخنور نہ سمجھتے تھے، خود فرماتے ہیں:۔

نہ فہمد جز سخن ور شعر صانع ۔۔۔ شناسد جوہری دُرِ ثمیں را،

اپنے دیوان میں متعدد مقاموں پر اس خیال کو ظاہر کیا ہے:۔

اگر بداد سخن می رسد کسی امروز ۔۔۔ یقیں شناس کہ غیر از سخنور مانیست

سخن ہائے بلندم صانع ۔۔۔ میرسد آن کہ سخنور باشد

صانع اپنے زمانہ کے ممتاز و یگانہ سخن سنجوں میں تھے، اکثر امرا، بلکہ سلاطین تک نے ان کا کلام سن کر داد دی،

ان کے حالات زندگی بہت مختصر ہیں، کچھ دنوں تو وہ نواب فرخ آباد کی رفاقت میں رہے، پھر کچھ عرصہ بعد عہدۂ "عرض بیگی" پر مقرر ہو کے کلکتہ چلے گئے، اور وہیں رجب ۱۲۰۵ھ کو دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا، جناب منشی محمود صاحب حمد بلگرامی نے تاریخ وفات کہی ہے،

نظام الدین احمد آں کہ ابواجدام بودہ ۔۔۔ تخلص کرد صانع در جہاں آں شاعر کامل

ازیں مہماں سرا رخت سفر سوی عدم بستہ ۔۔۔ پذیرفتہ بکنج مرقد خود اولیں منزل

زمن اے حمد بشنو مصرع سال وصال او

بعناع حقیقی صانع حق جو شدہ واصل

۱۲۰۵ھ

حضرت صانع بلگرامی نے وطن میں جو مشق سخن کی، اس کا ایک مختصر لیکن قابل قدر مجموعہ جناب منشی محمود صاحب حمد بلگرامی کے پاس محفوظ ہے، باقی جو کلام فرخ آباد اور کلکتہ میں کہا ہوگا، اس کا پتہ نہیں، میں نے اس مختصر دیوان کو دیکھا ہے، واقعی گوہر بے بہا کا خزانہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد کی "دعا ایزد سبحانہ.... پایہ سخنش را ترقیہا کرامت نماید" کس حد تک مقبول ہوئی،

صانع کی فکر میں بلندی، طبیعت میں جولانی اور خیال میں ندرت تھی،

حضرت صانع اپنے کو علی حزیں کا ہم پایہ سمجھتے تھے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

می سرایند ہزاراں ہمہ صانع چو حزیں ۔۔۔ بکشا غنچہ منقار بہار است بہار،

کبھی وہ اپنی پرواز خیال کو خاقانی کی ہم سطح سمجھتے ہیں، اور شاعرانہ تعلّی کے ساتھ حقیقت کا اظہار کرتے ہیں:۔

نمی پیچد سر از فرمان طبعم لشکر معنی، ۔۔۔ سزد گر کوس خاقانی زنم در کشور معنی

ان کا مختصر دیوان جسے درحقیقت عجم و ہند کے اکابر فارسی شعراء کے دیوانوں کے ساتھ ہر علم دوست کے کتب خانہ کی زینت ہونا چاہئے تھا، لیکن اہل علم کے سامنے آج ان کے صرف وہ اشعار ہیں، جو ان کے ابتدائی کلام کی یادگاریں ہیں، اور جنھیں علامۂ آزاد نے سرو آزاد میں نقل کیا ہے،

حضرت صانع کے کلام کی نسبت اس خاندان کی یادگار جناب منشی محمود صاحب حمد بلگرامی نے اپنی رائے تحریر فرمائی ہے:۔

شاعریکہ صناع ازل فن شعر را گویا برائے او صنعت کردہ و دریائے مضامین تازہ را در صدف سینۂ او پروردہ، در شعر بے بدل و در معمہ و تاریخ ضرب المثل، رقوم خامۂ او نسخۂ از ارژنگ و اشکال ذہنی او تصاویر فرنگ، استاد کامل فن و پہلوان پای تخت سخن بودہ است،

الحق سنگ زوری برداشتہ کہ یلان عرصۂ فصاحت دست او بوسیدند و کمال زبردستی

کشیدہ کہ تہمتنانِ کشورِ بلاغت بتواضعِ او خمیدند، چوں شمشیر زباں در میدانِ فصاحت و بلاغت آختہ لرزہ بر اندام سخن سنجانِ عجم انداختہ مضمون تازہ از یک خانہ زادانِ او ست و معانی از منتظرانِ فرمانِ او۔

ان کے کلام کا کچھ نمونہ پیش کیا جاتا ہے، جس سے ان کے مرتبۂ شاعری کا کچھ اندازہ ہو جائیگا، انکی تمثیلی شاعری میں صائب کا رنگ جھلکتا ہے،

زتوائے خرد نہ دیدم چو کشائے کارِ خود را
بجنوں حوالہ کردم ہمہ کاروبارِ خود را

نہ تبسّمے، نہ لطفے، نہ تکلّمے، نہ حرفے،
بچساں کنم تسلّی دلِ بے قرارِ خود را

صحبتِ اہلِ سخن صانع بہارِ دیگر است
عکسِ طوطی می نماید سبزہ زارِ آئینہ را

شد بہ گلزارِ جہاں رازِ دلم از نالہ فاش
از صبا گل می کند اسرارِ پنہاں غنچہ را

معنیِ اشعارِ ما بے غور نتواں یافتن
در دلِ گرداب باشد گوہرِ دریاے ما

باشد زگریہ ام دلِ سوزانِ من در آب
ایں طرفہ آتشی ست کہ دارد وطن در آب

اے شیخ بسکہ زہد دماغِ تو خشک ساخت
چیزے کہ تر زبادہ نہ گردد دماغِ تست

آوازاں مرغِ گرفتار کہ در کنجِ قفس
عمر بگذشت و ندانست کہ گلزارے ہست

رازِ دلِ عشاق عیان ست و عیان نیست
چوں بوے کہ در غنچہ نہان ست و نہاں نیست

دلم از لذتِ پیغامِ وصال
صدرہ از سینہ بگوش آمدہ است

در شبِ ہجرِ تو لختِ جگر از دیدہ چکید
چکنم آہ نگیں گم شد و خاتم باقی ست

نالہ ام گر اثرے در دلِ صیاد کند
بلبلم را بچمن آرد و آزاد کند

بگو غمم مژدہ وصل از زبانِ خامہ بس باشد
بچشمم سرمۂ بینش سوادِ نامہ بس باشد

سخن بے چاکِ دل برلب نیاید نکتہ سنجاں را
دلیلِ ایں سخن صانع شگافِ خامہ بس باشد

زلف رخسارِ ترا پیوستہ دارد در بغل،
قدرِ ایں مصحف میانِ کافرستاں کم نہ شد

تو سادہ لوحیِ زاہد بہ بیں کہ می خواہد
بروئے رفتہ زخود، با خدا در آمیزد

در بزم نہ پروانہ نہ بلبل بہ چمن ماند
دل سوختگاں سینہ فگاراں ہمہ رفتند

سخن بلند چو شد می کند بسنگ اثر
ہمیں صدا بہ من از کوہسار می آید

امروز دل بسینہ بافراط می طپد
صانع اگر غلط نہ کنم یار می رسد

در غم آباد جہاں عیش کم از غم باشد
عیدِ یک روزہ و دہ روزہ محرم باشد

ہر فتنہ کہ در گردشِ آں چشمِ سیاہ ہست
در دورِ خود ایں چرخِ ستمگار ندارد

خون بہا قاتلم از بعدِ شہادت گیرد
ہمچو فصاد کہ خوں ریزد و اجرت گیرد

مرگ در پیری گوارا شد مرا،
خواب وقتِ صبح شیریں میشود

مجوئے عشرتِ آزادی از گرفتاری
کجا رسد بہواے چمن ہواے قفس

ظاہر و باطنِ روشنگراں یکساں است
ہر چہ در دل بود آں را بزباں دارد شمع

در جہاں دولتِ زربخش میشود رونق پذیر
گیرد ایں آتش زباد دامنِ سائل فروغ

ہاں رہ عشق ست ترکِ عافیت کن نے تنہا
سالکِ ایں راہ چوں خورشید سر دارد بکف

زسیرابیِ نمایم گلشنِ فردوس آتش را
بایں تر دامنی خود را بدوزخ گر در اندازم

بدریا تا بکے چوں موجِ بیتاب سفر باشم
برنگِ آب گوہر آرمیدن آرزو دارم

خیالِ خالِ مشکیں بود در چشمِ پُر آبِ من
چو ہندوے کہ بہرِ غسل باشد بر لبِ جوے

رباعیات،

انساں بخدا اگرچہ واصل باشد
دریافتنش تمام مشکل باشد
واقف نہ بود قطرہ ز پایانِ محیط
ہر چند بعینِ بحر شامل باشد

ضعفِ پیری زبسکہ بگداخت مرا
ہر کس کہ نظر فگند نشناخت مرا
از صحبتِ من کنوں بتاں را ننگ ست
ایں موے سفید روسیہ ساخت مرا

آ ہو گیرد کسی کہ در شہر نکو | بر سنگ جفا سرش بزن ہچو سبو
اور ناتواں گفت زنسلِ آدم | شایستہ سگے بود کہ گیرد آہو،

عکسِ رُخِ یار و چشمِ گریاں باہم | آمیختہ اند چوں دل و جاں باہم
صانع اگرت میل تماشاست بہ بیں | در خانہ ام آفتاب و باراں باہم

حضرت صانع کے تبرکات میں سے اردو اشعار بھی ہیں، مقطع ان کے دیوان کے آخر میں حمد صاحب نے تحریر کر دیا ہے، اور یہی مقطع اور مطلع مجموعہ نغز میں بھی ملتے ہیں، اردو کلام کا نمونہ یہ ہے:-

کیا دے کر سگِ لیلیٰ کو رخصت استخوان اپنا | نہ چھوڑا ہائے کچھ مجنوں نے صحرا میں نشان اپنا
صنم کی اس محبت پڑ یا تھا دینِ دل صانع | نہ تھا معلوم ہو جائے گا یوں نامہرباں اپنا

مقطع کے پہلے مصرع میں حمد صاحب نے جان و دل لکھا ہے،

کلیاتِ شبلی فارسی

مولینا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، اور قطعات کا مجموعہ جواب تک متفرق طور سے دیوانِ شبلی، دستہ گل، بوئے گل، برگِ گل کے ناموں سے چھپے تھے، اس میں سب یکجا کر دیے گئے ہیں، ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے، ضخامت ۱۲۴ صفحے، قیمت:- عہر

موازنۂ انیس و دبیر

اردو کے مشہور و باکمال شاعر میر انیس کی شاعری پر ریویو، اردو میں فصاحت و بلاغت کے اصول کی تشریح، مرثیہ کی تاریخ، میر انیس کے بہترین مرثیوں کا انتخاب، اور مرزا دبیر سے ان کا موازنہ، اردو میں اپنے فن کی یہ پہلی کتاب ہے ضخامت ۴۰۰ صفحے قیمت:- عہر

"مینیجر"

دو متبرک اجازت نامے

از

مولنا ابو المآثر حبیب الرحمان صاحب صدر مدرس مفتاح العلوم مئو

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علمی خانوادہ میں شیخ المشائخ حضرت مولینا محمد اسحاق دہلوی اور حضرت مولینا شاہ عبد الغنی مجددی رحمہما اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، ولی اللّٰہی علوم و معارف کے خزانہ کو شاہ عبد العزیز کے بعد جس نے وقف عام کیا، وہ شاہ محمد اسحاق ہی تھے اور ان کے بعد یہ دولت جنکو نصیب ہوئی، وہ شاہ عبد الغنی تھے، حضرت مولینا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت مولینا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولینا محمد قاسم بانی دار العلوم دیوبند جن کے فیض سے نشر و اشاعتِ حدیث کے آج بیسیوں ادارے قائم ہو چکے ہیں، حضرت شاہ عبد الغنی ہی کے خرمنِ علم کے خوشہ چین تھے،

آجکل خوش قسمتی سے مجھ کو دو اجازت نامے دستیاب ہوئے جن میں سے ایک حضرت شاہ محمد اسحاق کے دستِ مبارک کا ہے، جسکو انھوں نے مولینا محمد طاہر کے لئے لکھا ہے، اور دوسرا حضرت شاہ عبد الغنی کے قلم کا ہے، جو مولینا عبد اللہ کے لئے تحریر کیا گیا ہے، ان ہی اجازت ناموں کو میں اہلِ علم کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ دونوں مجازلہ حضرات کا مختصر سا تعارف بھی کرا دیا جائے،

مولینا محمد طاہر، اعظم گڈھ کے ضلع میں مئو سے ۵ میل پر شمال مغرب جانب ٹونس کے شمالی کنارہ پر پورہ شیخ معروف نام کی ایک چھوٹی سی بستی ہے، مولینا محمد طاہر یہیں کے رہنے والے تھے، مولینا سخاوت علی

جونپوری سے علوم ظاہری، اور مولینا کرامت علی جونپوری سے فیوض باطنی حاصل کئے، مولینا کرامت علی نے بیعت لینے کی اجازت بھی ان کو عطا فرمائی تھی، مطبوعہ اجازت نامہ جس میں مولوی محمد طاہر صاحب کا نام مولینا کرامت علی نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا احقر کی نظر سے گذرا ہے،

طب میں آپ کا بڑا شہرہ تھا، حدیث وفقہ میں بھی مہارت حاصل تھی، اعلیٰ درجہ کے خوشنویس بھی تھے، کتابوں کا کافی ذخیرہ آپ کے کتب خانہ میں تھا، مگر اب بہت تھوڑی سی کتابیں رہ گئی ہیں،

حسب ذیل قلمی کتابیں میں نے آپکے کتب خانہ میں دیکھی ہیں،

صحیح بخاری، صحیح مسلم، مجالس الابرار مکتوبہ سنہ ۱۲۶۶ھ جامع صغیر سیوطی المنار للنسفی خود مولینا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بہت خوشخط، مسند امام اعظم تا کتاب الحج، اشعۃ اللمعات جلد سوم، صلوٰۃ مسعودی، موطا، حصن حصین، رسالہ فی بیان الخطاب یا غوثی یا رسول اللہ واتخاذ الاطعمہ فی المواليد والاعراس للشیخ عابد السندی اور القول فی سماع الاموات

ایک دوسرے کتب خانہ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی فتح المنان فی تائید مذہب النعمان کا نسخہ میں نے دیکھا ہے، جو مولینا محمد طاہر کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اس کا سال کتابت مولینا نے اپنے قلم سے سنہ ۱۲۶۱ھ لکھا ہے،

مولینا محمد طاہر ان علمی کمالات کے علاوہ جسمانی طاقت میں بھی شہرۂ آفاق تھے، اور اس سلسلہ میں انکے ایسے ایسے واقعات مشہور ہیں جنکو لوگ بمشکل باور کریں گے،

سنہ ۱۲۶۰ھ میں آپنے حجاز کا سفر کیا ہے، اور اسی سفر میں حضرت مولینا محمد اسحاق سے جو اسوقت ہجرت کرکے مکہ معظمہ میں مقیم ہوگئے تھے[1]، حدیث کی کچھ کتابیں پڑھی ہیں، اور حضرت مولینا نے ان کو سند لکھکر عطا فرمائی ہے، نقل سند:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام

[1] توفی رحمہ اللہ ۱۲۶۲ھ (ابوالآثر عفا اللہ عنہ)

علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد فیقول خادم علماء الآفاق محمد اسحاق عفا اللہ عنہ وتجاوز عن السیئات ان المولوی محمد طاہر طہرہ اللہ (فی) الباطن والظاہر قد قرء علی الاحادیث النبویۃ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وصلوٰۃ زکیہ فعلیہ ان یشتغل بقراءۃ علم الحدیث وتعلیمہ بشرطہ المعتبرۃ عند اہلہ واوصی لہ بتقوی اللہ وسنۃ رسول اللہ وان یداوم علی طاعۃ اللہ وذکرہ فی الخلوات والجلوات وان یجتنب عن المعاصی والبدعات وآخر دعوانا ان الحمد للہ،

حررہ الثانی من شہر الجمادی الاولیٰ سنۃ ستین بعد الالف والمائتین ۱۲۶۰ھ

فی مکۃ المعظمۃ کرمہا اللہ

مولانا محمد طاہر کی وفات سنہ ۱۲۹۶ھ میں ہوئی،

مولانا عبد اللہ، مئو ضلع اعظم گڈھ کے مشہور وجید علماء میں سے تھے، مدرسہ غفاریہ رسڑا ضلع بلیا میں مولینا تراب علی لکھنوی (المتوفی سنہ ۱۲۸۱ھ) اور مولینا عبد الحلیم لکھنوی (المتوفی سنہ ۱۲۸۵ھ) سے (غالباً جونپور میں) کتب درسیہ کی تحصیل کی، صحیح تاریخ تو معلوم نہیں لیکن سنہ ۱۲۷۷ھ سے پہلے ہی فارغ ہو کر اعظم گڈھ میں منشی صفدر حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر کے مکان پر غالباً تعلیمی سلسلہ سے مقیم تھے، جیسا کہ مولینا عبد الحلیم مرحوم کے ایک مکتوب (بنام مولینا عبد اللہ) سے ظاہر ہوتا ہے، مولینا ایک ماہر طبیب تھے، منطق وفلسفہ میں بھی بڑا دخل تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی فقہ وحدیث سے انتہائی شغف تھا، منطق میں ایک رسالہ عرفان العرفان آپ کی یادگار ہے جو مولینا عبد الحلیم کے رسالہ العرفان کی شرح ہے، مولینا عبد الحلیم نے عرفان العرفان کا ذکر اپنے مکتوب میں کیا ہے، اور مولینا عبد الحئی نے حاشیہ میر زاہد ملا جلال میں ایک جگہ اسکا حوالہ دیا ہے، مولینا عبد اللہ کتابوں کے بڑے شائق تھے، آپ کی اولاد میں کوئی اہل علم نہیں ہے اسلئے

بہتیری کتابیں ضائع ہوگئیں، تاہم آپ کے کتب خانہ میں اب بھی بعض کتابیں عمدہ موجود ہیں جن میں سے حسب ذیل کتابیں بعض حیثیات سے قابل ذکر ہیں،

۱۔ تفسیر کشاف، قلمی نصف اول، شروع کے چند اوراق غائب ہیں، کتابت صاف ہے،

۲۔ شمائل ترمذی، محشی قلمی چھوٹی تقطیع پر نہایت خوشخط ہے،

۳۔ اشعۃ اللمعات، ترجمہ فارسی مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ربع ثالث و ربع رابع قلمی خط پاکیزہ،

۴۔ شرح ملا علی القاری، بر موطا امام محمد تا باب القراءۃ فی صلوٰۃ العید قلمی،

۵۔ تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین عطارؒ، قلمی خوشخط،

۶۔ قصر الامال بذکر حال المآل، از مولوی رفیع الدین مرادآبادی قلمی، احوال مابعد الموت میں،

۷۔ قاموس اللغۃ للفیروزآبادی، قلمی کتابت سنہ ۱۰۸۴ھ

۸۔ سعدیہ، برقطبی، قلمی، کتابت سنہ ۱۱۰۰ھ،

۹۔ شرح قوشجیہ، از مصلح الدین لاری،

۱۰۔ مضمار التحقیق، شرح سلّم العلوم قلمی از نظام الدین محمد عابد،

مولانا عبداللہ نے کئی برس تک نواگڑھ ضلع بلیا میں درس دیا، اخیر میں اپنے مکان پر مطب کرتے تھے سنہ [illegible]ھ میں آپ نے سفر حج کیا اور اسی سال مدینہ منورہ میں حضرت مولینا شاہ عبدالغنی مجددی کی خدمت میں اوائل بخاری و ترمذی پڑھ کر آپ نے علم حدیث کی سند حاصل کی، نقل سند:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدی من شاء من عبادہ لطلب السنۃ والصلوٰۃ والسلام

علی من اخبرنا وحدثنا عن شریعۃ، فیا لھا علینا من اللطف والمنۃ فالصلوٰۃ علیہ وعلی آلہ الھادین الی طریق الجنۃ، اما بعد فقد وفد علیّ فی المدینۃ المنورۃ الفاضل الشیخ عبداللہ وقرأ علی طرفا من اوائل صحیح البخاری وکذلک من اول جامع الحافظ ابی عیسی الترمذی و طلب منی الاجازۃ للامہات الستۃ وغیرھا من کتب الحدیث والتفسیر فاجزت لہ بما اجازنی بہ والدی ومرشدی الشیخ ابو سعید الدھلوی[1] وسیدی الشیخ محمد اسحاق ومولٰنا الشیخ عابد السندی[2] والشیخ اسماعیل بن ادریس الرومی المدینی بشرط مراجعۃ غریب اللغۃ واسماء الرجال، والورع و التقوی والعمل بما سنّ بہ المصطفی وآلہ المجتبی علیہ وعلی (آلہ) من الصلوات افضلھا ومن التحیات اکملھا۔

قالہ بفمہ وکتبہ بقلمہ عبدالغنی بن ابی سعید المجددی فی المدینۃ المنورۃ فی الخانقاہ المجددی،

سنۃ الف ومائتین وستۃ وثمانین

مہر

مولینا عبداللہ نے سنہ ۱۳۲۱ھ میں انتقال کیا، مئو محلہ پیارہ پورہ کے مغربی جانب باغ میں آپ کا مزار ہے،

۱؎ توفی سنہ ۱۲۵۰ھ ۱۲ ۲؎ توفی سنہ ۱۲۵۷ھ ۱۲

اردو شاعری کے متعلق مصحفی کا ایک اہم بیان

از

جناب قاضی عبدالودود صاحب بیرسٹر پٹنہ

مصحفی کے دیوان پنجم کے آخر میں مصحفی کا اردو کی شاعری کے متعلق ایک اہم بیان درج ہی اس کا ذکر ہم نے اس مضمون میں کیا ہے، جو دیوان پنجم پر اسی سال معارف میں چھپا ہے، صفیر بلگرامی مرحوم نے جلوۂ خضر جلد ۲ کے ص ۲۶ و ۲۷ پر اسے نقل کیا ہی، وہ فرماتے ہیں، کہ یہ بیان دراصل دیوان ششم کا دیباچہ ہی، دیوان ششم کا جو نسخہ ہماری نظر سے گذرا ہے، اس میں یہ دیباچہ نہیں ہے، لیکن خود اس بیان سے پتہ چلتا ہے، کہ اس کا تعلق دیوان ششم سے ہی، ذیل میں یہ بیان نقل کیا جاتا ہی، مصحفی کے بعض غلط یا مشکوک بیانات کی طرف حواشی میں اشارہ کیا گیا ہے:۔

"بر ضمائر فیض ذخائر ارباب فضل و کمال کہ شاہد افکار را بہ لآلی آب دار نظم و نثر حلی بند حسن اعتبا[1] نی دارند مخفی و محتجب نماند، کہ روزے در شاہجہان آباد حرسہا اللہ عن الفتن والفساد[2] شاہ ظہور الدین حاتم تخلص کہ میر محمد تقی میر سلمہ ربہ اکثر اوقات او را بسبب کبادت سن بہ طریق ظرافت کہ دوستاں را باہم می باشد، داد الشعرا می گفت[3] پیش فقیر نقل کرد کہ دیوان ولی دردۂ

[1] حرسہا اللہ ... الفساد یہ جملہ جلوۂ خضر میں نہیں ہے، [2] تذکرۂ ہندی مصنفہ مصحفی ص ۱، [3] تذکرۂ ہندی صفحہ فردوس آرام گاہ سے مراد محمد شاہ ہے، ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ کو تخت پر بیٹھا، لیکن سال جلوس کا آغاز ۹ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ سے ہوتا ہے،

اشان جلوس فردوس آرام گاہ بہ شاہجہان آباد آمدہ بود و از تذکرۂ محمد قائم[1] چنان مفہوم میشود کہ خود ولی بہ قدوم میمنت لزوم خویش رونق بخش خاک ہندوستان جنت نشاں گردیدہ، غرض موزون طبعان ایں دیار از مطالعہ و استماع اشعار دلچسپ او از فارسی میل بہ ریختہ گوئی کردہ بنائے غزل را در زمین سخن بر ایہام گذاشتند، چناں چہ[2] مضمون و ناجی و آبرو و حاتم و سجاد و قدوسی وغیرہ لک شعرا ازیں قسم دراں عہد بہم رسیدند، و طنطنۂ ندرت طرازی کلام موزون خویش بہ گوش روزگار انداختہ، باہم معاش می کردند، اما پیش فارسی گویان شمع افروزی خیال ذو معنیین اینان چنداں فروغے نہ داشت، بعد ازاں کہ نوبت میر[3] و مرزا و خواجہ میر درد و انعام اللہ خان یقین، و مرزا مظہر جان[4] جاناں و عبدالحی تاباں و میر ولایت اللہ[5] خان حشمت و کوکہ خان فغاں وغیرہ افتاد، این اشخاص چند بہ تتبع خان آرزو[6] ایہام را از

[1] مخزن نکات مصنفہ قائم ص ۱۰، [2] حاتم نے دیوان زادہ کے دیباچے میں اپنے جن معاصروں کا نام لیا ہے وہ آبرو، مضمون، مظہر، یکرنگ، احسن اور ناجی ہیں، جلوۂ خضر جلد اول ص ۹، مصحفی نے تذکرۂ ہندی میں حاتم کی بابت لکھا ہے "با دو سہ کس کہ مراد از ناجی و مضمون و آبرو باشد بنائے شعر ہندی نہادہ، داد معنی یابی و تلاش مضمون تازہ می دادیم" ص ۸، مضمون تو خیر ان لوگوں کے ہم عمر تھے، لیکن سجاد اور قدوسی عمر میں کم تھے، اور ان کا شمار ایہام گوئی کو پہلے پہل رواج دینے والوں میں نہیں ہو سکتا، [3] دیوان پنجم میں لفظ میر نہیں ہے، [4] صحیح نام جان جاناں ہے، [5] صحیح نام محتشم علی خان ہے، تذکرہ ہندی میں بھی یونہی درج ہے، ص ۸۲، ولایت اللہ حشمت کے بڑے بھائی کا نام تھا، [6] مصحفی میرزا مظہر کے حال میں لکھتے ہیں،

"در ابتدائے شوق شعر کہ ہنوز از میر و مرزا وغیرہ کسے در عرصہ نیامدہ بود، در دور ایہام گویان اول کسے کہ بہ تتبع فارسی گفتہ او ست" ص ۲۰۲ تذکرۂ ہندی،

مصحفی نے یقین کے متعلق تحریر کیا ہے:۔

شعر وضع کردہ، بنائے رفعت کلام بہ طور فارسی سا ذج بہ اوج عیوق بروند تا آنکہ خان آرزو و میر افضل ثابت و شیخ علی[1] علیہ الرحمۃ بہ گوش دل متوجہ شدہ شنیدن کلام نظم ریختہ گویاں این عصر شدند ہرگاہ بعد از مرور دہور سلسلۂ سخن بہ این ژاژ خاے پوچ باف کہ از کم بغلی خود را برابر ہیچ کس نہ می داند و سمند خیال را عنان گستہ بہ وادی بے سر و پائی پاشنہ کوب می دواند رسید ہمان رفیع القدر ریختہ را ستارہا ے دیگر کہ از فزائش نور نجہ بہ ید بیضا می زنند[2] بہم آمدند چنانچہ در مقطع غزلے از یں حال اشعار کردہ ام و آں این ست،

یہ ریختے کا جو اردو ہے مصحفی اس میں　　نئی نکالی ہیں باتیں ہزار ہم نے تو،

درایامے کہ فقیر بسبب کساد بازاری متاع گراں بہاے کلام فارسی بہ مقتضاے رواج زمانہ خود را مصروف این شغل خطیر داشت، عالمے از حد ہم کاری جامہ در خم نیل زوندو جمعے کور باطن منغص شدہ گاہے کہ نیجہ افگندند پیش نہ بروند پس از انقضاے ایام چند چوں سلسلۂ موزونیت دراز کشیدہ، بہ قول حافظ:-

(بقیہ حاشیہ ص ۴۵۵) و در دورۂ ایہام گویاں اول کسے کہ ریختہ راشستہ در رفتہ گفتہ ایں جواں بود، بعد از آں تتبعش بہ دیگراں رسیدہ (تذکرۂ ہندی ص ۲۷۵)

مصحفی نے تذکرہ ہندی میں آرزو کا حال درج نہیں کیا، تذکرۂ ریاض الفصحا (ص ۲۴۴) میں ان کے متعلق مصحفی کا قول یہ ہے:-

"در زمانہ ابتداے شعراے ایہام گو با وصف فارسی گوئی و اُستادی رغبت بہ نظم ریختہ کردہ ... اما چون دور ایہام بود منتہی شعر او نیز بہ طور ایہام است"

اسکے برخلاف دیوان ششم کے دیباچے میں میرزا وغیرہ کو آرزو کا متبع بتاتے ہیں، [1] جلوۂ خضر میں شیخ بیدل علیہ الرحمہ ہے جو صریحًا غلط ہے دیوان پنجم میں صرف شیخ علیہ الرحمہ ہے شیخ علی حزیں سے مراد ہوگی، جنکے متعلق ایک مشہور روایت ہے کہ انھوں نے سودا کے کلام کی تعریف کی تھی [2] جلوۂ خضر میں "نہ زند" ہے، ریختہ کا اردو والی ترکیب ہے مصحفی کے سوا کسی نے اسکا استعمال نہیں کیا ہے، یاقی ہے محض کے؟

دور مجنوں گذشت و نوبت ماست　　ہر کسے پنج روز نوبت اوست،

حصۂ نعمت الوان این خوان بہ شیخ[1] ناسخ کہ یکے از دوستان محمد عیسیٰ تنہا ست بہ فقیر ہم سو خے از تہ دل دارد مقسوم گشت تخلص خود را اسم با مسمّیٰ انگاشتہ بہ طرز ریختہ گویان سادہ کلام در عرصۂ قلیل خط نسخ کشید، و از وفاقش بر قدم او خواجہ حیدر علی آتش ہم در رسیدہ سمند تیز گام خیال را از دائرہ چرخ اثیر بیروں برد، و ہم چنیں ثالث الثیان طالب علی عیشی تخلص بہ تیغ دو زبان نظم و نثر ذوالفقار علی از نیام بردہ، سر اعادی باطل آہنگ را بہ بریدن داد تا آنکہ معاندین دعوی داراں بہ سوراخ موش خزیدند و از خجالت دیگر قدم در مجلس مشاعرہ نہ نہادند و از گفتہ سست خود پشیماں شدہ بہ تہ انداختہ جز خموشی چارہ نہ دیدند، اگرچہ عاصی[2] ہم از گروہ سادہ گویاں بود لیکن بہ فیض صحبت بزرگاں در فن فارسی مہارت کلّی داشت، بلکہ ریختہ خود را ہمان طفیلی فارسی می دانست، در مجلس ہاے مشاعرہ از روے ایں صاحبان کہ اقرار استادی من بہ نفس الامر دارند، خجالتے نہ کشید، بلکہ غزلیات ایں دیوان ششم را اکثر بہ رویۂ ایشاں گفتہ، از حسن قبول محروم مباد، تولد من در احمد شاہی ست، تا الیوم عمرم از شصت متجاوز خواہد بود، ۱۲۲۴ھ ہجری نبوی در بلدۂ لکھنو تحریر یافت":-

[1] بعض صاحبوں کا خیال ہے، کہ مصحفی نے ناسخ کو اپنے شاگرد تنہا کا شاگرد بتایا ہے، مفصل بحث کا یہ موقع نہیں، ورنہ مثالوں سے یہ ثابت کیا جاتا کہ مصحفی نے اپنے شاگردوں کو کبھی اپنا دوست نہیں لکھا، ہمیشہ شاگردی کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے، [2] صفیر بلگرامی مرحوم کا خیال ہے، کہ مصحفی نے اس دیباچے میں ناسخ کی اصلاح زبان اور اپنے تتبع کی طرف اشارہ کیا ہے، جلوۂ خضر جلد ۲ ص ۱۴۱ تا ۱۴۵، یہ خیال صحیح نہیں، مصحفی کا مطلب یہ ہے، کہ ناسخ نے سادہ گوئی تو ترک کرکے معنی بندی کو رواج دیا تھا،

تلخیص و تبصرہ

اقتصاد اور چیونٹی

از

جناب مختار حسن صاحب ایم ایس، سی،

یہ چیونٹیوں کا عالمگیر وجود جہاں اس امر کا شاہد ہے کہ اُن کے تباہ و برباد کرنے والوں کی تعداد کم ہے، وہاں یہ بھی یقین دلاتا ہے کہ ان کی بقائے نوع کے ذرائع بھی کثرت سے ہیں، مثلاً وہ دوسرے کیڑوں کو شکار کرتی رہتی ہیں، یا پودوں کی چند مخصوص جوؤں (Aphids .) کو بطور دودھ دینے والے جانوروں، گائے وغیرہ کے پالتی ہیں، اور اُن کے دودھ کو جسے اصطلاحاً Secreted Honey dew کہتے ہیں، اپنی خوراک بنا لیتی ہیں، اور یا نباتات کو غذا کے کام میں لاتی ہیں،

ٹاپی نرڈ نے انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقائی مدارج کل چھ بتائے ہیں، قدیم ترین شکار، بعد ازاں گلہ بانی، پھر زراعت، اس کے بعد تجارت اور تجارت کے بعد صنعت و حرفت، اور سب کے بعد علم،

لیکن اگر ہم غور کریں تو چیونٹی کی حیاتیاتی تاریخ میں بھی کم و بیش شروع کے یہ تین دور ضرور پائے جاتے ہیں یعنی پہلے شکار، پھر گلہ بانی اور زراعت، اور یہیں سے انسان اور چیونٹیوں جیسی "سوشل جماعتوں" کا اقتصادی تعلق شروع ہو جاتا ہے، عام اس سے کہ وہ مفید ثابت ہو یا مضر،

چیونٹیوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے، کہ وہ نباتی اجناس اور مردہ یا کمزور کیڑے مکوڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے ان کے ترکیبی اجزاء کو منتشر کر دیتی ہیں، حالانکہ یہ ایک قیمتی خدمت ہے، جس کو وہ بڑے استقلال و تسلسل کیساتھ انجام دیتی رہتی ہیں، لیکن ہم ان کے کہیں ممنون تو کیا ہوتے اکثر و بیشتر پروا بھی نہیں کرتے،

دنیا کے تمام موجودہ جانوروں میں کیڑے مکوڑوں کی تعداد عموماً بہت ہی زائد بتائی گئی ہے، ان لاکھوں کیڑوں میں سے کچھ بیچارے تو ریڑھ کی ہڈی والے چھوٹے چھوٹے جانوروں کا چارہ بن جاتے ہیں اور کچھ بقائے نسل یا تنازع للبقا کا منشا پورا کرنے کے لئے زندہ بچ جاتے ہیں، لیکن تا بکے، انجام یہی ہوتا ہے، کہ کشمکشِ حیات اور اقتضائے سن سے کمزور پڑ کر دوسروں کا خود بھی شکار ہو جاتے ہیں، اور اپنے نوزائیدہ بچوں کو بھی محفوظ نہیں رکھ سکتے، یہ لاتعداد بچے ابھی دوست اور دشمن کی شناخت سے محروم اور اپنے جنینی لباس (PUPALENVELOPES) ہی میں ملبوس ہوتے ہیں، کہ دشمن (چیونٹیاں) ان پر حملہ آور ہو جاتے ہیں،

کس نے چیونٹیوں کو اپنا شکار ادھر سے اودھر لیجاتے نہیں دیکھا، فاریل نے چیونٹیوں کی ایک بڑی جماعت کو فی منٹ ۲۸ مردہ کیڑوں کو لاتے اور لیجاتے مشاہدہ کیا ہے، اور یہ اندازہ لگا لیا ہے، کہ ان اوقات میں جبکہ وہ زیادہ سے زیادہ کام انجام دیتی ہیں، روزانہ ایک لاکھ کیڑے لا سکتی ہیں، کیڑوں پر یہ تصرف غیر معتدل ممالک میں بہت زیادہ ہے، اگرچہ مضر اور مفید کیڑوں میں کوئی یقینی شناخت آسان نہیں ہے تاہم بطور تخمین کے کہا جا سکتا ہے، کہ غالباً مضر اور موذی کیڑے ہی اکثر چیونٹیوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں،

اقتصادی کیڑوں کے مشہور ماہرین مثلاً ٹیشبرگ وغیرہ جنھوں نے جرمنی کے محفوظ جنگلات میں چیونٹیوں کی خدمات کا بغور مطالعہ کیا ہے، چیونٹیوں کو غیر معمولی طور پر بیحد مفید بتاتے ہیں، ۱۸۸۰ء میں تو جرمنی نے یہ ایک قانون بنا لیا تھا کہ جو شخص Fallowant Formicarum کے کویوں

(Cocoons) کو ان محفوظ جنگلات سے چرا لیجائے یا چیونٹیوں کی گذر بسر میں مخل ہو، تو وہ ایک ماہ
کی سزا یا سو مارکس کے جرمانہ کا مستوجب ہوگا،

Legionary ants (Ecitonii) اور Driver ants (Dorylii)
نئی اور پرانی دنیا کے غیر معتدل حصص میں صرف کمزور اور مردہ کیڑوں ہی کو جمع نہیں کرتیں، بلکہ بے شمار زندہ
کیڑوں اور ان کے بہل روپوں "ڈمبی" پکڑ لے جاتی ہیں، یہ بالعموم تمام موذی اور مہلک کیڑوں کے مار ڈالنے
میں بے حد کامیاب ثابت ہوئی ہیں، گھروں میں انکی موجودگی چوہوں کے تباہ و برباد کر دینے میں بہت مفید اور کارآمد

چیونٹیاں کچھ ممالک میں ہمارے بوئے اور لگائے ہوئے پودوں کے ان "طفیلی جانوروں" کو بھی
نیست و نابود کر ڈالتی ہیں جو ہماری زراعت اور باغبانی کے لئے ضرر رسانی کا ذریعہ ہیں، صوبہ کینٹن
کے بہت سے حصوں میں جہاں غلہ اور اناج کی کاشت کچھ زیادہ سودمند نہیں ہوتی وہاں کی زمینیں سنترہ اور
نارنگیوں کے باغات کے لئے استعمال ہوتی ہیں، اور ان درختوں کو خوفناک اور تباہ کار کیڑوں سے بچانے
کے لئے جنکا ہر وقت وہاں اندیشہ رہتا ہے، پاس پڑوس کی پہاڑیوں سے چیونٹیوں ہی کو اکٹھا کرکے ان پر
چھوڑا جاتا ہے تاکہ وہ ان ظالم کیڑوں کو اپنی خوراک بنا کر ختم کر ڈالیں، ان درختوں پر ایسی چیونٹیاں
خود بھی اکثر موجود ہوتی ہیں لیکن ان کی تعداد اتنی کافی نہیں ہوتی، کہ ان تباہ کاروں پر پورا غلبہ
پا سکیں، بس ایسی حالت میں ان پہاڑیوں سے لائی ہوئی چیونٹیوں ہی سے امداد لیجاتی ہے، جنھیں وہ
لوگ ہر موسم میں جمع کرنے میں مشغول رہتے ہیں، یہ چیونٹیاں درختوں کی بالائی شاخوں پر چھوڑ دیجاتی
ہیں، اور بانسوں کے ذریعہ ایک درخت کا دوسرے سے تعلق کر دیا جاتا ہی، تاکہ چیونٹیاں آسانی سے
ایک درخت سے دوسرے پر آ جا سکیں، اسی طرح ایک مخصوص قسم ان چیونٹیوں کی اور ہے، جو روئی اور کپاس
کے جانی دشمن Cottonboll weevils کو بڑی آسانی سے ضائع کر دیتی ہے،

چیونٹیاں اور خصوصاً معتدل ممالک کی چیونٹیاں جو اپنے آشیانے کیچوؤں کی طرح زمین میں

بناتی ہیں، ہمارے لئے یوں بھی مفید ہیں، کہ وہ نیچے کی کئی فٹ گہری مٹی زمین کی سطح پر لا کر پھیلا دیتی
ہیں، اور ان کے کھودے ہوئے سوراخ اور غار ہوا، اور نمی کے لئے آسان گذرگاہیں بن جاتے ہیں
باغوں کی ایک عام چیونٹی (Lasius niger) شمالی ممالک میں اور Atta
چیونٹی کی بہت سی قسمیں امریکہ کے غیر معتدل حصص کی مٹی کو نیا کرنے ہی میں مشغول رہتی ہیں،

علم الحیوانات کے محققین نے چیونٹیوں کو ریڑھ والے چھوٹے جانوروں کے ڈھانچے صاف کرنے
اور چڑیوں کے انڈوں کی صفائی کے فرائض پر بھی مامور کیا ہے، اور یورپ میں Yellow ant
کے کوے چڑیوں کی غذا کے لئے مہیا کئے جاتے ہیں، کچھ عرصہ پیشتر چیونٹی کے اسی نوع کے Workers
(کارکن چیونٹیوں) سے Formic Acid تیار کرتے تھے، مغربی ریاستوں اور میکسیکو میں لباس کے
موذی کیڑوں کے دور کرنے کا ایک دلچسپ طریقہ یہ بھی ہے، کہ لوگ ان تکلیف دہ کیڑوں کو لیجاکر
چیونٹیوں کی Pogonomyrmex اور Formica پہاڑیوں پر رکھ آتے ہیں، اور
چیونٹیاں غذا کی اجرت پر اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتی ہیں، Hatcher
نے Pogonomyrmex occidentalis چیونٹی کو میدانوں میں اسوجہ سے بھی مفید پایا ہے، کہ
وہ چھوٹے چھوٹے پرانے اور قدیم زمانہ کے "دودھیلے جانوروں" کے دانت زمین کی بالائی سطح پر لے
آتی تھیں، جنوبی مغربی حصص میں Myrmecocystus melliger کو اور چند اور دوسری قسموں
کو ہندوستانی اپنے کھانے اور دوائیوں کے کام میں لاتے ہیں، جنوبی امریکہ میں Atta cephalotes
(پتیاں کاٹنے والی) چیونٹیوں میں سے سپاہی چیونٹیوں (Soldiers) کے سروں کو وہاں
کے ڈاکٹروں نے اکثر زخموں کے ٹانکوں میں استعمال کیا ہی،

چیونٹیاں سب کی سب مفید ہی ثابت نہیں ہوتیں، بلکہ ان کی بعض قسمیں نقصان بھی پہنچاتی
ہیں، اور کچھ قسمیں ان میں ایسی بھی ملتی ہیں، جو نہ تو کسی قسم کا فائدہ پہونچاتی ہیں، اور نہ نقصان چنانچہ ایک

بڑی تعداد ان کی ایسی بھی موجود ہے، جو انسان کی "محنت" کو خاک میں ملا دیتی ہے، اور ہر ممکن طریقہ سے نقصان پہنچاتی ہے، ان میں سب سے پہلے تو وہی چیونٹیاں ہیں، جو ہمارے گھروں اور ہماری عمارتوں میں آکر اپنے رہنے کا ٹھکانا مختلف جگہوں میں تلاش کرتی ہیں، ان میں کچھ تو لکڑی کے شہتیروں اور دوسری چیزوں میں آکر اپنے گھر بنا لیتی ہیں، اور کچھ ہمارے باورچی خانوں اور کھانے کی جگہوں میں پہونچکر ہمارے لئے ایک مستقل عذاب بن جاتی ہیں، یہ چیونٹیاں عموماً غیر معتدل ممالک میں زیادہ پائی جاتی ہیں اور ان میں سے کچھ تو موجودہ وسیع تجارت کے زمانہ میں سامان کے ہمراہ دنیا کے قریب قریب ہر حصہ میں پہونچ چکی ہیں، شمالی امریکہ میں جو چیونٹیاں جنگلوں اور ان کی لکڑیوں میں رہا کرتی تھیں اب وہ ان حصوں کے آباد ہو جانے سے گھروں میں آکر لکڑی کی چیزوں کو کافی نقصان پہونچاتی اور برباد کر ڈالتی ہیں

چیونٹیوں کی اور دوسری قسمیں ہمارے باغوں کے لئے بھی کچھ کم نقصان دہ نہیں۔ Genus Atta کی بڑی بڑی چیونٹیاں ہمارے باغات کے تمام پھلدار اور دوسرے کارآمد درختوں کی پتیوں کو بہت ہی تھوڑے سے وقت میں کاٹ کر ختم کر دیتی ہیں، جو درحقیقت ان درختوں کی زندگی کا ایک لازمی عنصر ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ ضرر ہمارے پودوں اور درختوں کو وہ چیونٹیاں پہنچاتی ہیں جو Tree hoppers اور Mealy bugs / Plant lice کو اپنے لئے بطور دودھ دینے والے جانوروں کے پالتی ہیں ان کے پالے ہوئے جانور ہمارے پودوں اور نخلوں کا رس جو ان کی بہترین غذا ہے، چوس چوس کر انھیں خشک اور برباد کر ڈالتے ہیں، یہ ان کے ہر حصہ جڑوں تنوں اور پتیوں پر پائے جاتے ہیں اور اکثر اسکا بھی مشاہدہ کیا گیا ہے، کہ ان ہی Aphid کے شیریں اور میٹھے EXCRETIONS چیونٹیوں کی عدم موجودگی میں پتیوں میں جمع ہو ہو کر خشک موسم میں اُن پر ایک قسم کی وارنش سی بنا دیتے ہیں جو پودوں کے سانس لینے میں حد درجہ حائل اور ان کے تباہ کن دشمن Leaf-fungi کی نشو و نما کے لئے بہت موزوں ماحول بن جاتا ہے، Corn-root louse, Lasius niger

کے انڈے سردی بھر اپنے گھونسلے میں رکھے رہتی ہیں، اور بہار کے شروع ہوتے ہی ان میں کے تازہ نکلے ہوئے بچوں کو وہ مکا کے پودوں کی جڑوں پر پھیلا دیتی ہیں ہماری کھیتی اور کاشت کے لئے کچھ کم نقصان کا باعث نہیں ہوتیں،

چیونٹیاں جہاں طرح طرح کے نقصان انسان کی کوششوں اور محنتوں کو پہونچاتی ہیں، وہ خود انسان کو بھی کاٹنے اور ڈنک مارنے سے نہیں چھوڑتیں، ان میں Fire ant جو عموماً ہمارے راستوں اور گذرگاہوں میں پائی جاتی ہیں، اور Harvesting ants جو میدانوں اور صحراؤں میں اکثر ملتی ہیں زیادہ تکلیف دہ اور پریشان کن ہیں،

اسلام مغرب سے کیا چاہتا ہے،

اسلام اور مسلمانوں کی نسبت جو غلط بیانیاں مغرب میں آج بھی پھیلی ہوئی ہیں، ان کے لحاظ سے مغرب ہی کے کسی انصاف پسند کی حق گوئی یقیناً ایک استثنائی مثال کا حکم رکھتی ہے، ذیل میں ہم ایک ایسے ہی استثنائی مضمون کا ترجمہ پیش کرتے ہیں، جو برطانوی رسالہ گریٹ بریٹین اینڈ دی ایسٹ (Great Britain and the East) بابت اپریل ۳۶ء میں شائع ہوا تھا، اور مسلم ورلڈ بابت اکتوبر ۳۶ء میں نقل ہوا ہے، مضمون نگار نے برطانیہ عظمیٰ کے جس حسن نیت اور حسن سلوک کا ذکر کیا ہے، اسکی حیثیت ایک دلچسپ حسن ظن سے زیادہ نہیں، تاہم مجموعی طور پر یہ مضمون مغربی اہل قلم کے عام مضامین سے جو اسلام اور مسلمانوں سے متعلق شائع ہوتے رہتے ہیں، بہت کچھ مختلف ہے:

حال میں جو اعلانات مسولینی کے دورہ لیبیا کے سلسلہ میں اطالیہ اور دنیائے اسلام کے آئندہ تعلقات پر ہوئے ہیں، اُن سے عیسائی دنیا اور اسلام کے باہمی تعلقات پر غور کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے، چند روز ہوئے مسولینی نے بیان کیا ہے، کہ اطالیہ تمام دنیائے اسلام کے نام ہمدردی کا پیغام بھیجتا ہے، بعض کم ذمہ دار لوگوں نے تو یہاں تک علانیہ طور پر کہہ دیا ہے کہ اطالیہ اسلام کا حامی و

محافظ ہوگا، سوال یہ ہے کہ یورپ حقیقۃً اسلام کیساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟ اور یورپ سے جو اس قسم کے اعلانات نکلتے ہیں، ان کی نسبت اسلام کا جواب کیا ہے؟

ایک بات یقینی ہے، وہ یہ کہ اسلام کو اسکی مطلق خواہش نہیں، کہ وہ کسی کی "حمایت" میں آئے، ہمدردی بیشک اسکے ساتھ کیجا سکتی ہے، کیونکہ اسلام کو اسکی ضرورت ہے، دنیاے اسلام کا وہ حصہ بھی جو آزاد اور خود مختار ہے، اور وہ بھی جو یورپین سلطنتوں کے ماتحت ہے، دونوں مغرب کی دوستی بلکہ "مخالفت" کے تئی حد درجہ خواہشمند ہیں، لیکن وہ اس چیز کو مساویانہ طریقہ پر حاصل کرنا چاہتے ہیں دنیاے اسلام کو بیرونی حمایت کی نہ کوئی خواہش ہے، اور نہ ضرورت،

یورپ میں دنیاے اسلام سے متعلق اب تک بہت زیادہ غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں، اسلام کے ابتدائی ایام میں وہ مذہب جسکی تبلیغ نبی کریم محمد صلعم نے فرمائی اور جسے آپکے پرجوش شارحین نے بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح پھیلایا، محض ایک مسیحی بدعت سمجھا جاتا تھا، واقعہ یہ ہے کہ دونوں مذہبوں میں اتنی کافی مشابہت تھی، کہ یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی، لیکن صلیبی جنگوں سے جس روح کی پرورش ہوئی، حالانکہ ارض مقدس کی ان لڑائیوں میں سچی رواداری اور حق بینی کی نمایاں مثالیں بھی نظر آئیں اس نے مسلمانوں سے متعلق یورپ کی طبیعت میں سختی پیدا کردی، اور طبیعت کی اس سختی کیساتھ حقیقی اسلام کی نسبت غلط اور جھوٹے خیالات پھیلنے لگے، جو تقریباً ہمارے زمانہ تک بدستور قائم چلے آتے ہیں، بیسویں صدی سے پہلے بہت کم اخبار نویس یہ سمجھ سکے تھے، کہ مشرق کا وہ حصہ جو موحد ہے، بنیادی طور پر مغرب کا ہم خیال ہے، اہل یورپ کو یہ تعلیم دیجاتی تھی، یا کم سے کم ان پر یہ اثر پڑتا تھا، کہ مسلمان مہذب سوسائٹی کے دائرہ سے خارج ہیں، ہر مسلمان کم سے کم چار بیویاں رکھتا ہے، اسلامی عقیدہ میں عورتیں ایک بے روح شے ہیں، وغیرہ وغیرہ "ترک" اور "کافر" دونوں یکساں طور پر صالح اور مہذب لوگوں کے معاشرتی تعلقات سے خارج تھے،

خوشی کی بات ہے کہ آج ہماری واقفیت بہتر ہے، پھر بھی جتنی چاہیے اتنی نہیں ہے، اب مسلمانوں کے خلاف محض مسلمان ہونے کی حیثیت سے کوئی تعصب نہیں ہے، ہم جانتے ہیں کہ کسی اسلامی مملکت کا ایک اچھا شہری ویسا ہی عزت کا مستحق ہے جیسا کسی دوسری مملکت کا اچھا شہری، تاہم ابھی یورپین اور مسلمان کے معاشرتی تعلقات میں ترقی کی گنجائش ہے، معاشرتی تعلقات کی یہ گرفتگی انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان زیادہ نمایاں ہے، بہ نسبت یورپ کی دوسری قوموں مثلاً فرانسیسیوں یا اطالویوں اور مسلمانوں کے، یہ بات اُن انگریزوں پر صادق نہیں آتی، جو اسلامی ممالک میں بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں، بلکہ ان مسلمانوں پر صادق ہوتی ہے جو عارضی طور پر برطانیہ عظمیٰ میں مقیم ہیں،

اس برطانوی نقص کے مقابلہ میں ـــ اور یہ وہ نقص ہے جو غالباً انگریزوں کی خلقی کم آمیزی کا نتیجہ ہے، یہ دیکھنا چاہیے کہ دوسری قومیں گو وہ زیادہ آزادی کیساتھ مسلمانوں سے میل جول رکھتی ہیں، بالبند کے امکانی استثناء کے علاوہ دنیاے اسلام کا اتنا زیادہ لحاظ نہیں کرتیں، جتنا برطانیہ کرتا ہے، کرۂ ارض کے جس حصہ میں بھی برطانیہ کا اثر غالب ہے، اس کا دستور یہ ہے کہ مذہبی عقیدوں اور اداروں میں مداخلت نہ کیجائے، کہا جاسکتا ہے کہ یہی دستور دوسری قوموں کا بھی ہے، کیا ایک مسجد پیرس میں اور دوسری برلن میں نہیں ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ رواداری کی ظاہری نمائش کی تہ میں مسلمانوں سے متعلق ان قوموں کی اصلی غرض کیا ہے؟ کیا ان کا ارادہ یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو تمدنی، مذہبی، اور ہر دوسرے طریقہ پر اپنے پایۂ تخت سے روز بروز زیادہ قریب لائیں؟

برطانیہ کا جو رویہ اسلام کیساتھ ہے اس میں اس قسم کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہے، برطانیہ عظمیٰ کی کوئی خواہش نہیں ہے کہ مسلمان غلامانہ طور پر یورپ کی تقلید کریں، بلکہ اسکی کہیں زیادہ خواہش یہ ہے کہ مسلمان اتنی جدت پسندی کیساتھ جتنی ضروری ہو اپنی شاندار روایات کو دوبارہ زندہ کریں، اپنی اصلی تہذیب و تمدن کو فروغ دیں، اور نوع انسانی کی تہذیب میں اپنا حصہ رسد پیش کریں، یہ سچ ہے کہ اس وقت

اسلامی مملکتیں زیادہ تر اپنے مقامی معاملات میں الجھی ہیں، قومیت کی لہر جسکی کشمکش سے یورپ ابھی تک کل نہیں چکا ہے، شدت کیساتھ دنیائے اسلام سے ٹکرا رہی ہے تاہم اب بھی مسلمانوں میں اخوت کا احساس باقی ہے، ایک ایسی وحدت کا احساس جو بدقسمتی سے مسیحی دنیا سے مفقود ہو چکی ہے، اور برطانیہ عظمیٰ کی یقیناً یہ خواہش نہیں کہ یہ بیش قیمت احساس زائل ہو جائے،

اسے ہرگز فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اسلام صرف ایک مذہبی عقیدہ نہیں، بلکہ زندگی کا ایک دستور العمل بھی ہے، بعض یوروپین قومیں اس بات کو کافی سمجھتی ہیں، کہ عقیدہ محفوظ رہجائے لیکن وہ طرز معاشرت کو بدل ڈالنا چاہتی ہیں، مگر یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں، مسلمان جس طرح چاہیں ترقی کر سکتے ہیں، جیسا کہ وہ تیزی کیساتھ ترقی کر رہے ہیں، بہت سی اسلامی مملکتوں میں قدیم رسم و رواج جو مذہب اسلام کے اصلی اجزاء نہ تھے بلکہ بعد کو بڑھائے گئے تھے، اب ترک کئے جا رہے ہیں، یہ چیز جہاں کہیں جمہور کی خواہش سے ہو رہی ہے، ایک عمدہ علامت ہے، نئی زندگی اور تازہ عزم کی علامت، لیکن چاہئے کہ مسلمانوں کو اپنے طریقہ پر اپنا مستقبل تعمیر کرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے، اس میں شبہہ نہیں کہ مغرب کو انھیں مدد دینی چاہئے، ہنوز وہ قرض ادا نہیں ہوا ہے، جو مغرب کے ذمہ مشرق کا باقی ہے، خصوصاً اس مشرق کا جسنے یورپ کے دور ظلمات میں یونین تہذیب کے شمع کو روشن رکھا تھا لیکن اسلام کو یورپین بنانے کی کوشش کرنا اسلامی تہذیب و تمدن میں دست درازی کرنا، اسکو نہایت درجہ حقیر ظاہر کرنا، اور بالآخر اسکی بیخ کنی کی کوشش کرنا، ایک رجعت قہقری ہے، مسلمان اس سے عموماً باخبر ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ خواہ عارضی طور پر کچھ بھی اختلافات پیدا ہوں، وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا سب سے زیادہ مستقل اور قابل اعتماد دوست سلطنت برطانیہ ہے، اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس دوستی کو استوار رکھیں، اور وقتی نزاع یا عارضی غلط فہمی سے اسکو نقصان نہ پہونچنے دیں،

معارف:۔ معلوم نہیں مسلمانوں کے عام دائرہ میں فلسطین کے عرب بھی داخل ہیں یا نہیں،

دو ع ۶ ''

اخبار علمیہ

انسانی جسم میں پرانی ہڈیوں کی جگہ پر نئی ہڈیاں

حال ہی میں یہ طبی تجربہ کامیاب ہوا ہے کہ انسان کی پرانی ہڈیاں نئی سے بدلی جاسکتی ہیں سنہ ۱۹۰۶ء میں ایک فرانسیسی ماہر جراحت اولیبر نے انسان کے جسم کی مجروح ٹوٹی اور بیکار ہڈیوں کی جگہ پر جانوروں کی ہڈیاں لگانے کا تجربہ کیا تھا لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا، بیسویں صدی میں صنعتی کارخانوں اور جنگ عظیم کے میدان کارزار میں انسانی جسم کی ہڈیاں بکثرت ٹوٹیں، اسلئے ان ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنا اور ان کی خرابیوں کو دور کرنا ایک خاص فن ہوگیا جس کے لئے اعلیٰ تدبیر اور اعلیٰ مہارت دونوں کی ضرورت ہوئی،

ڈاکٹر فریڈ البی نے جس نے جنگ عظیم میں فوج کی اگلی صفوں میں کام کیا تھا، تجربہ سے یہ معلوم کیا کہ اگر انسانی ہڈیوں میں درختوں کی طرح پیوند لگایا جائے، تو وہ درست ہوسکتی ہیں، بشرطیکہ خون کا سیلان مجروح ہڈیوں سے ہو کر اور انکے اردگرد بدستور قائم رکھا جائے، اس نے ہڈیوں میں ہڈیوں ہی کا پیوند لگا کر تجربہ کیا، لیکن اس کے پاس اچھے اوزار نہ تھے، اسلئے حسب خواہش وہ اپنے عمل میں کامیاب نہ ہوسکا، اس نے اپنی ضرورت کے لیے بہت سے نئے اوزار بنائے ہیں، جس میں ایک بجلی کی آری تھی، جس کے دندانوں میں ویسے ہی حرکت ہوتی ہی، جیسے انسان کرتے ہیں،

اس کے علاوہ اور ماہرین بھی پیدا ہوگئے ہیں، جو یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں، کہ جس جگہ سے ہڈی علیحدہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے کنارے پر چھوٹے چھوٹے سوراخ بنا دیتے ہیں، اور پھر ان سوراخوں کے

درمیان والے حصے کو کاٹ لیتے ہیں، یہاں تک کہ ہڈی کا ٹکڑا علحدہ ہوجاتا ہی اس سے دو فائدے ہوتے ہیں ایک یہ کہ بجلی والی آری کی تیزی سے شریان میں گرمی اور حدت پہونچنے نہیں پاتی، دوسرے سوراخوں کے ذریعہ خون کا سیلان ذرا زیادہ بڑھ جاتا ہی جو ہڈی کے بعجلت درست ہونے میں معاون ہوتا ہے اب ہڈی کے ٹکڑے اور ریزے ایک ساتھ لپیٹ کر مجروح حصہ میں احتیاط سے رکھدیے جاتے ہیں، جو وہاں پہونچکر جڑنے لگتے ہیں، اور اگر ہڈیاں جڑتی نہیں ہیں، تو مجروح مقام سے بالکل متصل پھر چھوٹے چھوٹے سوراخ بنادیئے جاتے ہیں، یہ سفوف شدہ ہڈیاں زخمی حصہ میں آکر جمع ہوجاتی ہیں، اور ساتھ ہی خون کا سیلان اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہی،

پہلے جب پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ جاتی تھی، تو جراحی کے ماہرین لوہے کا پیوند لگاتے تھے لیکن اسکا کیمیاوی اثر اچھا نہیں پڑتا تھا، اب اسکی جگہ گائے بیل کی ہڈی جوڑنے لگے ہیں، جسکی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانی ہڈیوں کے ساتھ پیوست ہوجاتی ہے، چہرہ پر چوٹ آنے سے جو جبڑے مجروح اور بیکار ہوجاتے ہیں، انھیں درست کرنے میں گائے بیل کی ہڈیاں بہت ہی مفید ثابت ہوتی ہیں، برطانوی ڈاکٹر پی، جے وبرل نے حال ہی میں ایک نہایت کامیاب اور معرکہ کا عمل جراحی کیا ہے، ان کا عمل اتنا ترقی کرگیا ہے کہ اگر ریڑھ کی ہڈی کے آخری حصہ میں مستقل اور بے کار کردینے والا درد ہو تو اس جگہ کی ہڈی بھی بدل کر درد دور کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر مذکور نے ایسے بہت سے تجربے کئے ہیں، جس میں شک نہیں ایسی مثالیں بھی ہیں، کہ جن لوگوں کے بازو، پاؤں اور کمر کے نیچے والے حصے بالکل بیکار ہوگئے تھے، وہ مذکورہ بالا عمل سے بالکل تندرست ہوگئے، شکاگو کے ڈاکٹر ایلن کینیویل نے صنعتی کارخانوں کے کام کرنے والوں کے مجروح حصوں کے درست کرنے میں خاص مہارت پیدا کی ہے، مثلاً اگر مشینوں میں دب کر انگوٹھے یا انگلیاں بری طرح زخمی ہوجائیں، تو ڈاکٹر مذکور ان کو درست کرکے اصلی حالت پر کردیتا ہے، وہ ہڈیاں بدل کرنئی انگلیاں

بھی بنادیتا ہے، گو ابھی اس میں اس کو پوری کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے، لیکن پاؤں کے اگلے حصے تو اس نے بنادیے ہیں، پیدایشی مفلوج اور اُن لڑکوں کی جو بچپن ہی میں مفلوج ہو کر بے کار ہوجاتے ہیں، ہڈیاں بھی بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے، اور بعض حالتوں میں کامیابی بھی ہوتی ہے،

آینسٹائن کا رفیق کار لامیتر

حال میں نوتردیم یونیورسٹی میں جارج لامیتر کی خدمات حاصل کی گئی ہیں، وہ بلجیم کا پادری سائنسداں اور آینسٹائن کا دوست اور ہمسر ہے، لامیتر کائنات کے کون و فساد کے نظریہ کا ماہر ہے، اس نے ولیم ڈے سٹر کے اس نظریہ کو کہ "کائنات (Cosmus) فضا میں سرعت کیساتھ وسیع ہوتی رہتی ہے" وسعت دیکر بڑی شہرت حاصل کی ہے، اس نے ریاضیات کے ذریعہ سے یہ دکھانیکی کوشش کی ہے کہ موجودہ کائنات ابتدا میں محض ایک تنہا مگر عظیم الشان ذرہ تھا یہی ذرہ وسیع ہوکر کائنات بن گیا، اور اس کی توسیع ابتک جاری ہی، انسانی آبادی اس کے محض ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر آباد ہے، جو وقت اور فضا کیساتھ پھیل رہا ہی،

لامیتر ابھی ۴۲ سال کا ہی لیکن اس کا پایہ آئنسٹائن اور رچرڈ ٹولمین (کلیفورنیا انسٹیٹیوٹ پسادنا) کے برابر ہے، ان تینوں نے سائنس کے حیرت انگیز انکشافات کئے ہیں، فضا، وقت توانائی (ENERGY) اور مادہ کے سربستہ عقدے انہی تینوں کے ذریعہ سے حل ہورہے ہیں، اب سے پندرہ برس پہلے لامیتر ہارورڈ میں سائنس کی تحقیقات کے لئے آیا تھا، پھر ۱۹۳۲ء میں وہ یہاں دوبارہ آینسٹائن کا ایک ممتاز اور مشہور مقلد بن کر آیا، امریکہ کی یہ خوش قسمتی ہوگی، اگر لامیتر کی خدمات دائمی نہیں تو ایک طویل مدت کے لئے حاصل ہوجائیں، اور کائنات کی تخلیق کا عقدہ حل ہوجائے، پھر بھی لوگوں کو اس عقدہ کے حل کے لئے

بے چینی رہے گی، کہ آخر وہ ابتدائی عظیم الشان ذرہ کہاں سے پیدا ہوا،؟

دودھ میں دق کے جراثیم

موجودہ طبی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ بعض گایوں کے دودھ میں بھی دق کے جراثیم ہوتے ہیں ۱۸۸۲ء میں ایک جرمن ڈاکٹر رابرٹ کوچ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی، کہ گائے کے دق کے جراثیم انسان کو لاحق نہیں ہوسکتے، لیکن یہ خیال محض ناواقفیت پر مبنی تھا، اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایسی افسوسناک بیماریاں برابر پھیلتی رہیں، جن کے اسباب سے لوگ قطعی بے خبر رہے، ۱۹۰۱ء میں امریکہ کے سائنسدانوں نے تجربہ کرکے بتایا کہ بعض انسانوں کی دق میں بھی وہی جراثیم ہوتے ہیں جو گائے میں پائے جاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اکثر لوگوں نے اسکی طرف توجہ نہ کی، بعض خاص حلقوں میں اس کا احساس ہوا بھی تو اقتصادی پہلو کی خاطر اس کو مشتہر نہیں کیا گیا، لیکن امریکہ کی جدید تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے، کہ اس ملک کے لوگوں میں پانچ سے دس فیصدی تک دق کے جراثیم گائے کے دودھ سے پیدا ہوتے ہیں، ابھی ابھی ۳۶ء میں سویڈن کے ایک دیہی حلقہ میں دق وبا کی طرح پھیل گیا، تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ وبا ایک دودھ کے کارخانہ سے پھیلی، جہاں بائیس گایوں میں اس کے جراثیم پائے گئے، اس قسم کے جراثیم سے جوانوں کی بہ نسبت بچے زیادہ جلد متاثر ہوتے ہیں، اس لئے امریکہ کے تمام بڑے بڑے شہروں میں دودھ کیمیاوی طریقہ سے صاف کرلیا جاتا ہے، اس عمل سے دودھ کے فائدہ بخش اجزا پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑتا، چونا فاسفورس اور نائٹروجن کے مجموعوں کی ہضم پذیری کسی طرح کم نہیں ہوتی، حیاتین الف پر بھی اثر نہیں پڑتا، حیاتین ب اور حیاتین ج میں تھوڑی سی کمی واقع ہوجاتی ہے، لیکن کچھ زیادہ نہیں،

"ص ع"

ادبیات

اَیْنَمَا تَکُونُوا یُدْرِککُّمُ الْمَوْتُ

از حکیم الشعرا سید احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی

جہاں بھی رہو، موت آکر رہے گی،

بنا، زندگانی کی ڈھا کر رہے گی،

۱- جو وقت مسرت کا تھا جا کر ہی رہا،

"وہ بزم طرب" وہ محفلِ نوشانوش — وہ رندوں کا جوش بادہ خواروں کا خروش

اک شاہدِ مست کی وہ مستانہ غزل — جس سے تھے تمام ہوش والے بیہوش

جو وقت مسرت کا تھا جا کر ہی رہا،

یہ غم کم بخت آخر آکر ہی رہا،

۲- بختِ خفتہ مگر جگا کر ہی رہا،

کتنے ہی کئے عیش کے سامان بہم، — ہر شے کو سمجھتے تھے کہ ہے دافعِ غم

فرشِ مخمل یہ ریشمی پردوں میں — تھے پنبہ بگوش تکیۂ نرم پہ ہم

بختِ خفتہ مگر جگا کر ہی رہا،

یہ غم کمبخت آخر آکر ہی رہا،

۳- یہ دورِ زمانہ رنگ لا کر ہی رہا

یہ آئینہ، یہ مسہری، یہ الماری — یہ حوض، یہ فوارہ، یہ نہر جاری
رنگیں یہ قمقمے، یہ گل رنگ برنگ — سو رنگ کی دیواروں پہ کی گل کاری

یہ دورِ زمانہ رنگ لا کر ہی رہا
یہ غم کم بخت آخر آ کر ہی رہا

۴- یہ آسمان بجلیاں گرا کر ہی رہا

تعمیر کے سب ہنر دکھائے ہم نے — مستحکم تر بنائے، پائے ہم نے،
مزدوروں کی ہڈیوں کا چونہ دے کر — کتنے پختہ محل، بنائے ہم نے،

یہ آسمان بجلیاں گرا کر ہی رہا
یہ غم کم بخت آخر آ کر ہی رہا

۵- بدبختی کا فتنہ سر اٹھا کر ہی رہا

دیکھے طالع کے سب ستارے ہم نے — دن رات کے ٹوٹکے سارے ہم نے
پیروں کی نجومیوں کی ہر بات سنی — کتنے صدقے نہیں اتارے ہم نے

بدبختی کا فتنہ سر اٹھا کر ہی رہا
یہ غم کم بخت آخر آ کر ہی رہا،

۶

طیاروں میں ہم اڑے ہوا کے مانند — پہونچے سرِ عرش آہِ رسا کے مانند
ٹھکرا دیا آنے جانے والوں کو تمام — پردوں میں چھپے رہے خدا کے مانند

سو پردوں سے رنج منہ دکھا کر ہی رہا

یہ غم کم بخت آخر آ کر ہی رہا

۷- امجد نظم اپنی یہ سنا کر ہی رہا

کیں کوششیں کس قدر بنی آدم نے — پیچھا چھوڑا مگر نہ ظالم غم نے
کیں بے خبری کی سیکڑوں تدبیریں — کانوں میں ہزار انگلیاں دیں ہم نے

امجد نظم اپنی یہ سنا کر ہی رہا،
یہ غم کم بخت آخر آ کر ہی رہا،

غزل

از جناب ابوالکمال صاحب امید امیٹھوی،

اس کے حریمِ ناز میں کوئی دوبارہ جائے کیوں — چوٹ پہ چوٹ کیوں سہے زخم پہ زخم کھائے کیوں
ایسے سلامِ شوق کو دور سے کیجئے سلام — غیر کے نام اُن کا خط میرے پتے پہ آئے کیوں
مجمعِ عامِ حسن میں پرسشِ خاص ہے کہاں — غیرتِ عشق ہو جسے جائے وہ بے بلائے کیوں
لذتِ حسن زہر ہے!! عشق کی چوٹ قہر ہے!! — زہر کو کوئی کیوں پئے؟ چوٹ کو کوئی کھائے کیوں
جوہرِ امتیاز اگر خنجرِ یار میں نہیں — اپنا گلا پھر آپ ہی گھونٹ کے مر جائے کیوں
آبِ سرشک سے اگر دل کی لگی نہ بجھ سکے، — آگ میں آگ اور بھی دیدۂ تر لگائے کیوں
دل کی کلی گلاب سے پہلے کھلے تو ہے مزہ — ورنہ بہار اور بھی آ کے ہمیں ستائے کیوں
دیکھئے وہ جو دل میں تھی صاف زباں پہ آ گئی — جو نہ چھپائے چھپ سکے کوئی اسے چھپائے کیوں
میں اسے ڈھونڈوں کس جگہ مجھے ملے وہ کس طرح — میرا ٹھکانا ہی کہاں اپنا وہ گھر بتائے کیوں
آپ ہی یہ بتائیے آپ کی بات بات پر، — پہلے تھی واہ واہ کیوں اب ہے یہ ہائے ہائے کیوں
بس کہ ابوالکمال ہے، عرضِ کمال سے خفا — آپ کے شعر کیا سنے اپنی غزل سنائے کیوں

مطبوعات جدیدہ

مقالاتِ حالی حصہ دوم، شائع کردہ انجمن ترقی اردو، تقطیع اوسط ضخامت ۲۲۴ صفحات کاغذ کتابت و طباعت نفیس قیمت مجلد عار بے جلد عہ، پتہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، دکن،

ہماری جملہ قومی اصلاحی اور تعلیمی تحریکوں کے ہراول اور ہماری زبان کے عناصر کی تحریریں اور تقریریں ہماری زبان کا سرمایہ ہیں، اسلئے ان کے قلم اور زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ محفوظ رکھنے کے لائق ہے، اسی کے پیش نظر دار المصنفین نے مقالاتِ شبلی شائع کئے، خوشی کی بات ہے کہ انجمن ترقی اردو نے بھی اس ضرورت کو محسوس کر کے مولٰینا حالی کے مقالات دو حصوں میں شائع کئے ہیں، اس دوسرے حصہ میں مولٰینا کی بارہ تقریریں جو انھوں نے مختلف جلسوں میں کیں، اور ستائیس تقریظیں ہیں، جو مختلف کتابوں اور رسالوں پر لکھی تھیں، بیشتر تقریریں تعلیمی اخلاقی اور اصلاحی موضوعوں پر اور بعض ہنگامی حوادث اور واقعات پر ہیں، ان تقریروں کا بڑا حصہ اپنے افادی پہلو کے لحاظ سے آج بھی تازہ معلوم ہوتا ہے، لیکن بہت سے مسائل میں خصوصاً اس زمانہ کے اور اب کے سیاسی خیالات میں بڑا انقلاب ہو گیا ہے، اور قومی تعمیر کے نقطہ ہائے نظر بدل گئے ہیں، اس لئے ان تقریروں کے بہت سے خیالات جو اس زمانہ کے لئے نہایت موزوں اور مناسب تھے، آج بالکل عجیب معلوم ہوں گے، مثلاً ۱۸۷۹ء میں انگریزوں اور افغانستان کی جنگ میں انگریزوں کی فتح پر باشندگانِ دہلی کی طرف سے وائسرائے کو جو ایڈریس دیا گیا تھا، اور جو اس مجموعہ میں موجود ہے آج کسی کے وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتا، تعلیمی خیالات وغیرہ میں بھی اس قسم کا فرق نظر آئے گا لیکن اس زمانہ میں عموماً ہندوستان خصوصاً مسلمانوں کی سیاست کا رنگ یہی تھا،

ہندوستان میں اہلِ حدیث کی علمی خدمات } از مولوی ابو یحییٰ امام خانصاحب نوشہروی تقطیع بڑی ضخامت ۲۰۶ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت ۱۲؍ پتہ ڈاکخانہ سوہدرہ براستہ وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ پنجاب مصنف سے ملیگی،

یہ مقالہ مولوی ابو یحییٰ امام خانصاحب نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی سلور جوبلی کے موقع پر پڑھا تھا، اس میں ہندوستان میں جماعت اہلحدیث کی علمی خدمات دکھائی گئی ہیں، تمہید میں ہندوستان میں اہلحدیث کی مختصر تاریخ ہے، جو نہایت ناکافی اور تشنہ ہے، ہندوستان میں حدیث کی اشاعت کا حقیقی دور نویں صدی ہجری کے اواخر اور دسویں صدی کے آغاز سے شروع ہوا لیکن اس سے پہلے بھی بہت سے محدث علما گذرے ہیں، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ یہ فن مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان آیا، بہرحال اس مختصر تمہید کے بعد مختلف علوم و فنون میں محدث علما کی تصانیف ان کی ترجمہ کردہ کتابوں کی فہرست اور اہل حدیث کے قدیم و جدید مدارس اخبارات و رسائل کی تفصیل ہے، مصنف نے بڑی محنت اور تلاش و جستجو سے معلومات کا یہ ذخیرہ فراہم کیا ہے، جو آیندہ لکھنے والوں کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہوگا لیکن اس میں "اہل حدیث" کے مفہوم کی وسعت اتنی رکھی گئی ہے کہ پھر کوئی غیر اہل حدیث باقی ہی نہیں رہ سکتا، حافظ اسلم صاحب جیراجپوری کا نام اس زمرہ میں دیکھ کر اور بھی تعجب ہوا، کہ وہ تو سرے سے حدیث کے حجت ہونے ہی کے قائل نہیں معلوم ہوتے،

دیوان باقر، مرتبہ جناب مولوی عطا حسین صاحب ایم اے ناظم تعمیرات وظیفہ یاب سرکار عالی تقطیع بڑی ضخامت پانسو صفحات کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت عار، علاوہ محصول پتہ:- خان بہادر عبد الصمد صاحب محلہ رمنہ، ڈاکخانہ بانکی پور پٹنہ، و مولوی عطا حسین ایم اے محلہ لنگم پلی حیدر آباد دکن،

سید شاہ باقر علی صاحب المخاطب "بہ شاہ شہید محبت چشتی" مرحوم بہار کے دور آخر کے ایک صوفی صافی بزرگ اور فارسی کے باکمال شاعر تھے، ان کے فرزند رشید جناب سید عطا حسین صاحب نے ان کے

کلام کا مجموعہ شائع کیا ہے، دیوان کے شروع میں ایک مقدمہ ہے، جس میں حضرت باقر اور ان کے خاندان کے حالات ہیں، یہ حالات بجائے خود پرانی تہذیب کا قلمی مرقع ہیں، اس میں بعض باتیں صحیح نہیں معلوم ہوتیں، مثلاً ایک مقام پر حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء کے متعلق لکھتے ہیں، کہ سلسلۂ علیہ چشتیہ صابریہ انہی کے واسطہ سے ابتک جاری ہے، حالانکہ سلسلۂ چشتیہ صابریہ ان کے واسطہ سے نہیں بلکہ ان کے پیر بھائی اور حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کے دوسرے خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی کے وسیلہ سے جاری ہوا، صابریہ سلسلہ کی جتنی شاخیں ہیں، وہ سب شیخ جلال الدین ہی کے وسیلہ سے حضرت علاء الدین صابر تک پہنچی ہیں، اس مقدمہ میں حضرت باقر کے کلام پر مختصر تبصرہ بھی ہے، اس کے بعد ۱۴۴ صفحات میں اصل دیوان ہے جس میں قریب قریب ہر صنف کا نمونہ ہے، ہم کو کلامِ باقر دیکھنے کا پہلی مرتبہ اتفاق ہوا، ہندی نژاد فارسی شعراء کم ایسے قادر الکلام ہوتے ہیں جنکے کلام میں خالص اہلِ زبان کی زبان کا لطف ہو، حضرت باقر بھی انہی مستثنیات میں ہیں، زبان کی صحت وسلاست اور محاورات و مصطلحات کے لحاظ سے بلا شبہ ان کے کلام میں قند فارسی کا لطف ہے، اس مختصر تبصرہ میں اسکی گنجایش نہیں، ورنہ یہ پہلو تفصیل سے دکھانے کا تھا، ان کے کلام کی سب سے بڑی سند یہ ہے، کہ ان کے استاد مرزا غالب نے جو ہندی نژادوں کو بہت کم آنکھ لگاتے تھے، دو ہی چار غزلوں پر اصلاح کے بعد ان کو سندِ کمال عطا کردی تھی، فارسی شاعری سے ذوق رکھنے والوں کے لئے کلامِ باقر دیکھنے کی چیز ہے،

افسانہ مصنفہ جناب مجنوں گورکھپوری، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۳۶ صفحات کاغذ سپید کتابت وطباعت اچھی قیمت عہ علاوہ محصولڈاک پتہ ایوانِ اشاعت گورکھپور،

افسانہ نگاری میں جناب مجنوں کا حسن مذاق مسلّم ہے، افسانہ ان کے دو مقالوں "افسانہ اور اسکی غایت" اور "اردو افسانہ" کا مجموعہ ہے، جو انھوں نے "انجمن اردوئے معلّٰی علیگڈھ" اور "اردو لٹریری کانفرنس کلکتہ" میں پڑھے تھے، پہلے مقالہ میں افسانہ نگاری کی حقیقت اس کے اجزائے ترکیبی، واقعات کی ترتیب، افسانہ کے افراد اور کردار نگاری، افسانہ نگار کا اپنا نقطۂ خیال، اسلوب تحریر، افسانہ کی غرض وغایت پر دلپذیر انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے، اور یورپ کے مشاہیر افسانہ نگاروں کی مثالوں سے انکی خصوصیات پر تبصرہ کیا، تمام مطالب کو واضح کیا گیا ہے، دوسرے مقالہ میں ہندوستانی زبان کے افسانوں کی تاریخ پر تبصرہ ہے، اسکا آغاز افسانہ کی ابتدائی شکل منظوم قصوں اور مثنویوں سے کیا گیا ہے، اور غواصی کی مثنوی "سیف الملوک او بدیع الجمال" سے لیکر مرزا شوق کی مثنویوں تک کے حالات ہیں، اس کے بعد درمیانی کڑی یعنی نثر کی داستانوں اور ناولوں کے دور میں ملا وجہی کی "سب رس" اور میر کی مثنوی "شعلۂ عشق" کے منثور ترجمے سے لیکر عبد الحلیم شرر اور راشد الخیری کے دور تک کی ناول نگاری کی تاریخ اور اسکی خصوصیات پر نقد و تبصرہ ہے، لیکن اصل موضوع یعنی مختصر افسانوں کے دور کے حالات نہایت مختصر بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں، مصنف کا یہ عذر صحیح نہیں کہ ابھی یہ دور تکوین میں ہی، ممکن ہے موجودہ افسانہ نگاروں کے متعلق سکوت ہی مناسب ہو، بہر حال ان دونوں مقالوں میں افسانے کے دونوں پہلوؤں یعنی اس کی تاریخ اور اس کے شرائط ولوازم کے متعلق مفید معلومات ہیں،

سراج سخن، مرتبہ جناب عبد القادر صاحب سروری ام اے ایل ایل بی استاد جامعہ عثمانیہ، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۵۲ صفحات کاغذ سپید کتابت وطباعت ستھری قیمت ۱۲ ار پتہ مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد وکتابستان، ۱۱ اے سٹی روڈ الہ آباد،

اردو شاعری کی تاریخ میں ولی دکنی کے بعد مختلف حیثیتوں سے شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی کا ایک خاص درجہ ہے، ان کا کلام اس عہد کی قدیم اور جدید شاعری کی درمیانی کڑی ہے، ان کا دیوان اب تک شائع نہیں ہوا ہے، ایسی حالت میں مولوی عبد القادر صاحب سروری کی یہ خدمت لائق قدر ہے کہ انھوں نے سراج سخن کے نام سے کلام سراج کا انتخاب شائع کرکے ایک قدیم، تاریخی، اور ممتاز شاعر کے کلام کا بہترین نمونہ محفوظ کردیا، انتخاب کے شروع میں دکن کی اردو شاعری کی مختصر تاریخ، سراج

کے مختصر حالات اور ان کے کلام پر مختصر تبصرہ ہے، لائق مرتب نے مقدمہ میں کلامِ سراج کے سمجھنے کے لئے اس زمانہ کی مستعمل زبان کے متعلق کچھ اصولی باتیں بتادی ہیں، جن سے اس عہد کے دکھنی شعرا کا کلام سمجھنے میں آسانی ہوجاتی ہے، اصل انتخاب ۲۰۰ صفحات میں ہے جس میں قریبًا ہر صنف کے کلام کے اچھے نمونے موجود ہیں،

خواتین عہدِ عثمانی، مؤلفہ جناب نصیر الدین صاحب ہاشمی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۹۰ صفحات کاغذ اچھا کتابت و طباعت ستھری قیمت عہ پتہ (۱) مکتبہ ابراہیمیہ عابد روڈ (۲) غلام دستگیر صاحب تاجر کتب عابد روڈ حیدر آباد (۳) و مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی،

عہد عثمانی کی ترقیوں کی برکتوں سے دولتِ آصفیہ کی خواتین بھی محروم نہیں ہیں، چنانچہ اس مبارک عہد میں وہاں کی عورتوں نے بھی علم و فن اور تہذیب و معاشرت وغیرہ تمدنی زندگی کے تمام شعبوں میں نمایاں ترقی حاصل کرلی ہے، اور وہ علمی اور عملی زندگی کے ہر شعبہ میں نظر آتی ہیں، حیدر آباد کے اہلِ قلم نے عہدِ عثمانی کی ترقیوں کے مختلف پہلوؤں کو دکھایا ہے، لیکن وہاں کی ترقی نسواں کا رُخ ابھی تک پردہ میں تھا، مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے اس ضروری اور دلچسپ فرض کو ادا کیا ہے، اور نسوانی ترقی کے تمام پہلوؤں کو، بلکہ بقول مولف "ہمہ جہتی" ترقی کو پیش کیا ہے، اس سلسلہ میں وہاں کی بہت سی خواتین کے حالات بھی آگئے ہیں، اس کتاب سے خواتین کی بیداری اور انکی علمی جد و جہد کا پورا اندازہ ہوجاتا ہے، ہماری زبان میں غالبًا یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد ہے، اور اس لائق ہے کہ عورتیں اسے پڑھکر سبق حاصل کریں،

مبادیاتِ کشافہ، مؤلفہ جناب علی موسیٰ رضا صاحب مہاجر بی اے، تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۴۰ صفحات کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت ؎ا، پتہ مرقوم نہیں، غالبًا مصنف مددگار آرگنائزنگ کمشنر حیدر آباد سے ملیگی،

طلبہ کی اخلاقی اور جسمانی تربیت کی جدید مفید تحریک کشافہ (بوائے اسکاوٹس) روز بروز مقبول ہوتی اور پھیلتی جاتی ہے، اس کے نظام اور عملی نصاب پر ہندوستانی زبان میں متعدد کتابیں لکھی جاچکی ہیں، ان میں علی موسیٰ رضا صاحب مددگار آرگنائزنگ کمشنر ممالک محروسہ سرکار عالی کی مبادیات کشافہ جوان کے عملی تجربات کا خلاصہ ہے زیادہ جامع، پر از معلومات اور مفید ہے، اس میں کشافہ کے اصول تعلیمات فرائض اور نظام کو نہایت خوبی کیساتھ پیش کیا ہے، اور نقلی تصویروں کے ذریعہ سے اسکی عملی شکلیں دکھائی گئی ہیں، یہ کتاب بوائے اسکاوٹس کی تعلیم و تنظیم کا نہایت اچھا نصاب ہے، جس سے بوائے اسکاوٹس اور اسکے معلمین دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں،

ادبیاتِ ایرانِ نو، مؤلفہ جناب مولوی محمد طاہر صاحب ایم اے عالم فاضل صدر شعبہ فارسی و اردو آگرہ کالج، تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۱۱ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت عہ پتہ قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور،

ایران کی شاعری صفوی دور میں انتہائی پستی کو پہونچ گئی تھی، قاچاری دور میں پھر اس میں نئی زندگی پیدا ہوئی، اس عہد کے ایران کے سیاسی حالات نے اس دور کی شاعری پر بڑا اثر ڈالا، اور قاچاری دور کے آخر میں وہ نئے آب و رنگ کیساتھ جلوہ گر ہوئی، "ادبیاتِ ایرانِ نو" اس دورِ جدید کی شاعری کی مختصر تاریخ اور اس کا نمونہ ہے، ابتدا میں اس کے طبعی اسباب، سیاسی حالات اور جدید شاعری پر اس کے اثرات کا مختصر ذکر ہے، اس کے بعد اس دور کے بیس بڑے شعرا کے مختصر حالات ہیں، آخر میں دو حصوں میں ان کے کلام کے منتخب نمونے ہیں، ایک حصہ میں سیاسی اور اخلاقی نظمیں ہیں، اور دوسرے میں غزلیات، یہ انتخاب طلبہ کے لئے لکھا گیا ہے، اس لئے ان کے لئے خصوصیت کیساتھ مفید اور کار آمد ہے،

اشعارِ میر، مؤلفہ جناب پروفیسر عبد المنان صاحب بیدل ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج پٹنہ تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۸۰ صفحات کاغذ سپید کتابت و طباعت ستھری قیمت ۸؍ پتہ لالہ رام نرائن لعل بک سیلر الہ آباد،

میر کے کلام کا انتخاب پٹنہ یونیورسٹی کے نصاب میں داخل ہے، پروفیسر بیدل صاحب عظیم آبادی نے امتحان دینے والے طلبہ کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر میر کے حالات اور شاعری پر یہ مختصر مگر جامع کتاب لکھی ہے جیسا کہ وہ خود اس کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں، کہ "اس مختصر کتاب میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے، کہ کلیہ کے طلبہ کو میر اور کلام میر کے متعلق انکی ضرورت کے موافق خاطر خواہ واقفیت ہو جائے، اور وہ ممتحنوں کے ہر اہم اور ممکن سوال کا جواب مختصر الفاظ میں معین وقت کے اندر دے سکیں" یہ کتاب اس ضرورت کو اچھی طرح پورا کرتی ہے، اس میں پروفیسر صاحب نے میر کے جملہ ضروری حالات ان کی شاعری کے اہم پہلوؤں کی خصوصیات انکے محاسن و معائب وغیرہ دکھائے ہیں، اس سلسلہ میں میر کے زمانہ کی عام خصوصیت، ہر دور کے انکے متقدمین، ان کے ممتاز معاصرین، ان کے تلامذہ کا ذکر اور سودا اور خواجہ میر درد سے اس کا موازنہ بھی ہے، جس سے میر کی شاعری کا درجہ اور اس کے تمام پہلو واضح ہو جاتے ہیں، آخر میں میر کے کلام کا انتخاب ہے، یہ کتاب امتحان دینے والے طلبہ کے لئے مفید ہے،

انتخاب دیوان فرخی، شائع کردہ قومی کتب خانہ تقطیع بڑی ضخامت ۴۰ صفحے،

کاغذ سپید، کتابت و طباعت اچھی قیمت ۱۲؍ پتہ قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور،

مشہور شاعر حکیم فرخی سیستانی کے کلام کا انتخاب پنجاب کے منشی فاضل کے نصاب میں داخل ہے، اس کے طلبہ کی آسانی کے لئے قومی کتب خانہ نے یہ انتخاب شائع کیا ہے، جس سے وہ بعض زحمتوں سے بچ جاتے ہیں، اگر شروع میں حکیم فرخی کے مختصر حالات بھی لکھ دیے جاتے تو طلبہ کے لئے مفید ہوتے،

اچھے گیت، مصنفہ جناب میاں عبد المجید صاحب اڈیٹر رسالہ ہونہار لاہور تقطیع چھوٹی، ضخامت ۵۰ صفحات قیمت مجلد ۸؍ بے جلد ۴؍ دفتر ہونہار ریلوے روڈ لاہور،

اس میں گیت کی زبان میں بچوں کو اخلاقی سبق دیے گئے ہیں جسے بچے دلچسپی اور آسانی سے یاد کر سکتے ہیں، زبان بہت آسان و سادہ ہے، اگر اس میں بچوں کے مذاق کے کچھ دلچسپ گیت بھی ہوتے تو ان کے لئے اور زیادہ دلچسپ ہو جاتے،

"م"

سیر الصحابہ

سیرۃ النبی کے بعد مسلمانوں کے لئے جن مقدس ہستیوں کے کارنامے اور سوانح حیات مشعل راہ ہو سکتے ہیں، وہ حضرات صحابۂ کرام ہیں، دار المصنفین نے پندرہ ۱۵ برس کی جانفشانی و کوشش سے اس عظیم الشان کام کو انجام دیا، اور اردو میں صحابہ کرام کے حالات و سوانح اور اخلاق و حسنات کی دس ضخیم جلدیں احادیث و سیر کے ہزاروں صفحات سے چنکر مرتب کیں، اور بہ حسن و خوبی شائع کیں، ضرورت ہے کہ حق طلب اور ہدایت و رہنمائی کے جویاں مسلمان ان صحیفوں کو پڑھیں، اور اس شمع ہدایت کی روشنی میں چلیں، جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ان کے سامنے جلائی گئی تھی، ان جلدوں کی علحدہ علحدہ قیمتیں حسب ذیل ہیں، جنکا مجموعہ ۲۷ رہتا ہے، لیکن پورے سٹ کے خریدار کو صرف ۲۰ میں یہ دس جلدیں کاش نذر کیجاتی ہیں، پیکنگ ذمہ دار المصنفین، محصول ذمہ خریدار،

جلد اول، خلفاء راشدین،	ہے؍	**جلد ششم**، سیر الصحابہ ششم،	عہ؍
جلد دوم، مہاجرین اول،	ہے؍	**جلد ہفتم**، سیر الصحابہ ہفتم،	عہ؍
جلد سوم، مہاجرین دوم،	ہے؍	**جلد ہشتم**، سیر الصحابیات،	عہ؍
جلد چہارم، سیر الانصار اول،	ہے؍	**جلد نہم**، اسوۂ صحابہ اول،	عہ؍
جلد پنجم سیر الانصار دوم،	عا؍	**جلد دہم**، اسوۂ صحابہ دوم،	ہے؍

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ